وَقَدْ اَخَذَ مِیْثَاقَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ

ماہنامہ

# میثاق

لاہور

جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ مطابق اپریل ۱۹۸۲ء

مدیر مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

یکے از مطبوعات

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

۳۶-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور، فون: ۸۵۲۶۱۱، ۸۵۲۶۸۳

سالانہ زرتعاون: -/۳۰ روپے ——— اس شمارے کی قیمت -/۳

# اظہار لمیٹڈ
کے

# تیار چھتیں

(پری کاسٹ کنکریٹ۔ پری سٹریسڈ کنکریٹ کی مصنوعات)

## گارڈر بالے اور سلیب وغیرہ

مندرجہ ذیل مقامات سے دستیاب ہیں

صدر دفتر ۶۔ کوثر روڈ، اسلام پورہ (کرشن نگر) لاہور۔ فون:۔ ۶۹۵۲۲ / ۶۱۵۱۴

فیکٹری واقع پچیسواں کلومیٹر لاہور شیخوپورہ روڈ

لاہور ڈپو ۱۴۷۔اے 1 فیروز پور روڈ (نزد جامعہ اشرفیہ) فون ۴۱۳۵۶۹

فیصل آباد شیخوپورہ روڈ۔ نزد نیشنل ہوزری۔ فون معرفت:۔ ۵۰۷۴۴

گجرات جی ٹی روڈ۔ کٹھالہ (نزد ریلوے پھاٹک)

راولپنڈی جی ٹی روڈ۔ سوان کیمپ فون:۔ ۶۸۱۲۷

تیار کردہ:۔ کنکریٹ پری کاسٹنگ لمیٹڈ

(سی۔ پی۔ ایل)

آپکو تیار چھت درکار ہے تو اطمینان کر لیجئے کہ وہ سی۔ پی۔ ایل کی بنی ہوئی ہو

وَقدْ اَخَذَ مِیثَاقَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ

ماہنامہ

# میثاق

لاہور

| جلد ۳۱ | جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ ، اپریل ۱۹۸۲ء | عدد ۴ |
|---|---|---|

## مشمولات

و عرض احوال ——— جمیل الرحمٰن ۳
و سلسلہ تقاریر ' الکتٰب ' ——— ڈاکٹر اسرار احمد ۷
و انقلاب محمدی کا اساسی منہاج ——— ڈاکٹر اسرار احمد ۱۷
و اندرون عرب انقلاب نبوی کی تکمیل
(سلسلہ تقاریر رسول کامل ؐ ۷ ) ——— ڈاکٹر اسرار احمد ۴۱
و دعوتِ اسلامی ——— جمیل الرحمٰن ۴۷
و عورت ، اقبال کے کلام میں ——— سیّد ابوالحسن علی ندوی ۵۵
و خطوط و آراء ——— ۶۵
و تبصرۂ کتب ——— ادارہ ۷۱

مرتبین : (شیخ) جمیل الرحمٰن ——— (حافظ) عاکف سعید
ناشر : ڈاکٹر اسرار احمد طابع : چوہدری رشید احمد
مطبع : مکتبہ جدید ، شارعِ فاطمہ جناح ، لاہور
مقام اشاعت : ۳۶ - کے ، ماڈل ٹاؤن ، لاہور ۱۴ فون ۸۵۲۶۱۱ / ۸۵۲۶۸۳

ہم تاریخ کے عمل کو جاری رکھے ہوئے ہیں!

## بالاکوٹ ۔ پٹھان کوٹ ۔ ماچھی گوٹ

ان تین سنگ ہائے میل سے گزرتا ہوا یہ قافلہ آج

# تنظیمِ اسلامی

کے نام سے رواں دواں ہے جس کا

# ساتواں سالانہ اجتماع

اِن شاء اللہ العزیز

## قرآن اکیڈمی ۳۶ کے ماڈل ٹاؤن، لاہور

۳۰ر اپریل (جمعہ) تا ۴ر مئی ۸۲ء (منگل)

منعقد ہو رہا ہے۔

جس میں پاکستان کے مختلف علاقوں سے تنظیم اسلامی کے رفقاء یعنی

؎ یہ عاجز یہ خاطی گنہگار بندے　　　یہ تیری رضا کے طلبگار بندے

تاریخ کے عمل کو مزید آگے بڑھانے کی تدابیر پر غور و خوض کریں گے۔

رفقاء تنظیم نوٹ فرمائیں: (۱) اجتماع میں شرکت لازمی ہے (۲) عدم شرکت کی صورت میں تفصیلی وجوہات کے ساتھ مرکز کو درخواست بھیجنی ضروری ہے (۳) ۳۰ر اپریل کی صبح تک پہنچ جانا چاہیئے۔

المعلن:- قاضی عبدالقادر: قیمِ تنظیمِ اسلامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# عرض احوال

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

الحمد للہ والمنۃ کہ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ مطابق اپریل ۸۲ئہ کا شمارہ مارچ کے آخری عشرے کی ابتداء ہی میں مکمل ہو کر طباعت کے مراحل سے گزرنے کے لئے جارہا ہے اور توقع ہے کہ ان شاء اللہ العزیز یہ شمارہ اپریل کی بالکل ابتدائی تاریخوں میں قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ جائے گا۔ دُعا ہے کہ یہ پابندی مستقل طور پر جاری رہے۔ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ۔

ہمارے ملک کی صحافت کا جو معیار ہے وہ اخبار بین حضرات کے سنجیدہ اور متین طبقے سے پوشیدہ نہیں۔ کچھ عرصہ سے اخباری رپورٹوں کی ستم کاریوں اور ستم ظریفیوں کا ہدف ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی ذات بھی بن گئی ہے۔ جس کا اجمالی ذکر سابقہ شمارے میں قارئین نے ملاحظہ کیا ہوگا۔ اس ضمن میں تازہ ترین ستم ظریفی یہ ہوئی ہے کہ ملک کے ایک مشہور و معروف اخبار کے کراچی سے شائع ہونے والے ایڈیشن کے ۱۱ر مارچ ۸۲ر کو شائع ہونے والے ملّی ایڈیشن میں ڈاکٹر صاحب کا ایک انٹرویو شائع کیا گیا اور اس میں ڈاکٹر صاحب سے ایسی باتیں بھی منسوب کر دی گئی ہیں جن کے متعلق موصوف پورے وثوق سے کہتے ہیں کہ وہ باتیں انہوں نے نہ کسی انٹرویو میں کہی ہیں نہ کسی نجی مجلس میں ـــ کراچی میں انہوں نے سرے سے کوئی انٹرویو دیا ہی نہیں تھا۔ ۲۵ر جنوری کو جب ڈاکٹر صاحب سیرتُ النبیؐ کے ایک جلسے میں تقریر کے لئے ڈہرکی تشریف لے گئے تھے تو وہاں ایک اخباری رپورٹر نے ان کا انٹرویو ضرور لیا تھا۔ لیکن اس میں وہ باتیں ہرگز شامل نہیں تھیں جو ۱۱ر مارچ کے انٹرویو میں شامل کی گئیں ہیں۔ ستم بالائے ستم یہ کہ اس انٹرویو کی تلخیص پر مبنی جو خبر جلی سُرخی کے ساتھ اس اخبار کے لاہور ایڈیشن کے صفحہ اول پر شائع کی گئی اُس میں ایک جانب تو یہ تاثر دیا گیا جیسے یہ انٹرویو ڈاکٹر صاحب

لے بالکل حال ہی میں کراچی میں دیا ہے جو صد درجہ مغالطہ آمیز ہے دوسری جانب اس میں کراچی کے مطبوعہ انٹرویو کے غلط اور صحیح اجزاء میں سے صرف تیز و تند باتیں نکال کر انہیں مزید نمک مرچ لگا کر سنسنی خیز اور دھمکی آمیز بنا دیا گیا جس کے مجموعی اثر کے بارے میں ہلکا سے ہلکا لفظ جو استعمال ہو سکتا ہے وہ 'شر انگیز' ہے!! لہٰذا ڈاکٹر صاحب نے اس اخبار کو ایک تردیدی بیان بھیجا۔ لیکن وائے افسوس کہ نہ صرف یہ بیان پورا شائع نہیں کیا گیا بلکہ اس میں پیوند کاری بھی کر دی گئی۔ ع ناطقہ سربگریباں ہے اسے کیا کہیئے!

ہم اخبارات کی اس عمومی روش پر اپنی جانب سے کچھ کہنے کے بجائے اسی اخبار کے ۱۱ مارچ کے شمارے میں جناب پروفیسر وارث میر صاحب کے شائع ہونے والے انتہائی مفید مضمون کے چند اقتباسات ذیل میں پیش کرتے ہیں۔ جس میں انہوں نے اخبارات کی عام روش کو "علمی فتنہ" قرار دیا ہے۔ جناب پروفیسر صاحب اس مضمون میں پہلے حمید نظامی مرحوم کی ایک تحریر کا حوالہ دیتے ہیں اور لکھتے ہیں:

## اخباری فتنہ بھی علمی فتنے کا دوسرا رنگ ہے

"حمید نظامی نے خود لکھا — "امتحان کے وقت اخبار سے، فرد کی نسبت زیادہ مضبوط کردار کی توقع بیجا نہیں۔ نام نہاد سنسنی خیزی بھی مبالغہ آرائی کے ضمن میں ہی آئیگی۔ اکثر کہا جاتا ہے کہ اخبار بھی مجبور ہیں۔ وہ کیا کریں۔ لوگ ہی چٹپٹی باتیں اور سنسنی خیز خبریں پسند کرتے ہیں اخبار بھی آخر ایک کاروبار ہی تو ہے یا صرف دوکانداری۔ تو پھر کچھ عرض کرنا بے سود ہے۔ گاہک جو مانگے وہی دیجئے۔ بلکہ جو چیز مانگے، اس سے زیادہ چٹپٹی دیجئے۔ مقصد تو اشاعت بڑھانا اور پیسے کمانا ہے۔ مگر پھر شکایت بھی نہ کیجئے کہ مردم شماری کے بارے اختیار نے گذشتہ مردم شماری کے وقت اخبارات کو رنڈیوں اور بھانڈوں کے ساتھ، ارباب نشاط کے ساتھ کیوں رکھا"

نظامی مرحوم کے اس اقتباس کے بعد پھر میر صاحب لکھتے ہیں۔

"اور الا ماشاءاللہ اب تو پاکستان کی دنیائے صحافت میں ارباب نشاط کا فن بھی مارے خجالت کے روپوش ہے اور اخبارات کے فوٹو گرافرز "جوانی" کی سچائیوں کو عکس کے قالب میں ڈھالنے کے لئے تعلیمی اداروں اور گلی محلوں میں، کھلے ادیہ

اُدھر کھلے گل غداروں پر کیمرے کی روشن کمندیں پھینکتے رہتے ہیں کیا ہوا جو قلم پر پابندی ہے؟ کیمروں کے دہانوں سے گھر گھر آتشیں گولے پھینکنے کی تو اجازت ہے ۔ آج کے اخبارات کا کردار ایام جاہلیت کے شعراء سے کیونکر مختلف ہے ۔ وہ شاعر بھی ، معززین کی پردہ نشین عورتوں کے اوصافِ جوانی کے ترانے گا کر اپنی شاعری اور ممدوح کے حُسن کو چمکاتے تھے ۔ عصر حاضر کے بعض پاکستانی اُردو اخبارات بھی نسوانی جسم اور حُسن کی تجارت کر رہے ہیں ۔ فرق صرف یہ ہے کہ ایام جاہلیت میں عورت اپنے حُسن کی تعریف پردے کے پیچھے سُنتی تھی ۔ آج کی عورت خود آگے بڑھ کر کیمرے کے لئے پوز بناتی ہے ۔ ہمیں تو اُس وقت کا خوف ہے جب پاکستان میں خوب صُورت چہرے اور جسمانی لطافت یا وجاہت رکھنے والے لوگ ، بہشتی سے زیادہ ، روپے پیسے میں زیادہ دل چسپی لینے لگیں گے اور اپنے "حسن وجمال" کے تجارتی استعمال کی صورت میں اخبارات سے اپنی تصاویر کی رائلٹی یا خراج مانگنا شروع کر دیں گے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

اسی مضمون میں آگے میر صاحب ان خیالات کا اظہار فرماتے ہیں ۔

"پاکستان میں اسلام اور اسلام کے نفاذ کا کسقدر چرچا ہے ۔ سیاست میں اسلام ، اقتصادیات میں اسلام ، قانون میں اسلام ، تعلیم میں اسلام ۔ لیکن ان تمام شعبوں کے رنگ ڈھنگ پر اثر انداز ہونے والے اخبارات ، اسلام کے شامیانے تلے ، اپنے کاروباری اخلاق کی ایک الگ ہی دکان سجائے ہوئے ہیں ۔ اخلاق اور ذوق کا قلعہ نقب زنوں کے نرغے میں ہے ۔ سرنگیں قلب تک پہنچ چکی ہیں ۔ لیکن اخبار والوں کے کان پر جوں تک نہیں رینگی اور اور جوں رینگنی بھی نہیں چاہیئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

اسی مضمون میں پروفیسر صاحب اُن خیالات کا اظہار کرتے ہیں ۔

"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نامکمل علم کا فتنہ ، فتنۂ جہالت سے زیادہ خطرناک ہے ۔ اخباری فتنہ بھی دراصل علمی فتنے کا ایک دوسرا رنگ ہے ۔ اس لئے کہ اس کے نقصان بھی اتنے ہی شدید ہو سکتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

اسی مضمون کی دوسری قسط ۱۴ ، مارچ میں پروفیسر موصوف لکھتے ہیں :

"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آج کا پاکستانی صحافی سیاست و معیشت اور تعلیم و معاشر سے بیکر اُڑتی چڑیا تک کو نت انہ تنقید بنانے کی اجازت دیتا ہے لیکن وہ اپنے کردار اور اطوار کے بارے میں کچھ سننا گوارا نہیں کرتا - اس نے کبھی اپنے نفس کی طرف دھیان نہیں دیا - اسے دوسرے بھی خود احتسابی کی طرف مائل کرنے کی جرائت نہیں کرتے - لوگ اس کے قلم کے "نیوسنس" سے گھبراتے ہیں - ابلاغ کے وسیلوں تک صحافی کو دسترس ہے اور اسی لئے دوسرے اسکی زد میں رہتے ہیں اور وہ کسی کی زد میں نہیں ہے - وہ گنہگاروں اور بعض اوقات بے گناہوں کی ایف - آئی - آر درج کرتا ہے - لیکن کسی کی حق رسی نہیں کرسکتا - آج وہ نیک کام کر ہی نہیں سکتا - ایک وقت تھا کہ وہ بے اختیار انسانوں کے مقدموں کو وکیل کی طرح لڑا کرتا تھا اور ضرورت محسوس ہونے پر جج کے فرائض بھی سرانجام دیتا تھا - اب اس کی حالت یہ ہے کہ خود اپنا مقدمہ بھی نہیں لڑسکتا، اس کے پاس بیچنے کو کوئی خبر نہیں ہوتی تو وہ جاگیرداروں، سیاست دانوں اور وڈیروں کے گھروں میں برپا ہونے والی شادی کی محفلوں، پیران عظام کے مزاروں، اسلامی خطاطی کے مقدس نمونوں، ہالی وڈ کے نیم عریاں جسموں اور پاکستان فلم اور ٹی وی انڈسٹری کے آرٹسٹوں کے فنکارانہ نظریات"، جمع کرتا ہے اور انہیں اوپر نیچے یا آمنے سامنے، ایک ہی کاپی میں جوڑ دیتا ہے یا پھر - اپنے قلم کے ذریعہ، مسند نشینان اقتدار کے گیسوئے تابدار کو اور بھی تابدار کرتا رہتا ہے"

اے کاش ہمارے اخبارات و رسائل بالخصوص وہ اخبار جس میں پروفیسر وارث صاحب میر کا یہ قیمتی مضمون شائع ہوا ہے میر صاحب موصوف کے حد درجے حقیقت پسندانہ تجزیے اور مخلصانہ نصائح کو ملحوظ رکھیں موصوف نے جس دردمندی کے ساتھ اخبارات کو اِن کی غیر صحت مندانہ روش پر متوجہ کیا ہے اس پر واقعی ہماری صحافی برادری کو پوری متانت اور سنجیدگی سے غور کرنا چاہیئے - ملک کی صحافت ہمارے ملک کے عوام و خواص کی صحیح خطوط پر ذہنی تربیت اور تعمیر سیرت میں اہم کردار ادا کرسکتی ہے - اگر اس طرف سے اغماض اور سہل انگاری کا یہی رویّہ رہا تو دینی لحاظ سے یہ بہت ہی خسارے کا سودا ہے - وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ -

سلسلۂ تقاریر **الکتٰب** (ٹیلی ویژن)

# پارہ نمبر ۲۵ — اِلَیۡہِ یُرَدُّ

قرآن مجید کا پچیسواں پارہ "اِلَیۡہِ یُرَدُّ" کے نام سے موسوم ہے۔ اور اس میں اوّلاً سورۃ حٰمٓ السجدہ کی آخری آٹھ آیات شامل ہیں اور اس کے بعد سلسلۂ حٰمٓ کی چار کامل سورتیں یعنی سورۃ الشوریٰ، سورۃ الدخان، سورۃ زخرف اور سورۃ الجاثیہ۔

سورۃ شوریٰ کا دوسرا رکوع بلاشبہ نہایت عظمت اور اہمیت کا حامل ہے۔ اس میں اوّلاً اس حقیقت کی طرف راہنمائی کی گئی کہ نبی اکرمؐ جو دین لے کر دنیا میں تشریف لائے وہ کوئی نیا نویلا دین نہیں بلکہ یہ وہی دین ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کو دیا گیا اور جو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ لے کر دنیا میں تشریف لائے۔ اور اس دین کے دنیا میں آنے کی اصل غرض یہ ہے۔ اَنۡ اَقِیۡمُوا الدِّیۡنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوۡا فِیۡہِ ؕ جو بھی اس دین کو قبول کرے۔ یا جو بھی اس کے ماننے یا اس کے حامل ہونے کے دعویدار ہوں ان کا فرض ہے کہ وہ اس دین کو قائم رکھیں اور تفرقے میں نہ پڑیں۔ یہ دین کامل ایک وحدت ہے اس میں تفریق نہیں کی جا سکتی۔ اور سب سے بڑا فتنہ جس میں اُمت مبتلا ہو سکتی ہے وہ یہی تفرقہ کا فتنہ ہے۔ اس کے بعد وضاحت فرمائی کہ رسولوں کی اُمتوں میں اضمحلال یا زوال کا عمل کیوں پیدا ہوتا ہے۔ وَاِنَّ الَّذِیۡنَ اُوۡرِثُوا الۡکِتٰبَ مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ لَفِیۡ شَکٍّ مِّنۡہُ مُرِیۡبٍ ○ وہ لوگ کہ نبیوں کے بعد ان کی کتابوں کے وارث ہوتے ہیں وہ ان کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور یہی اصل سبب بنتا ہے ان کی بے عملی اور بد عملی کا۔ چنانچہ نبی اکرمؐ کو حکم ہوا۔ اور یہ حکم آپ کی وساطت سے پوری اُمتِ مسلمہ کو اُمتِ مسلمہ کے ایک ایک فرد کو فَلِذٰلِکَ فَادۡعُ ۚ وَاسۡتَقِمۡ کَمَاۤ اُمِرۡتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعۡ اَہۡوَآءَہُمۡ ○ بس اسی طرف بلاؤ اور اس پر پورے طرح مستقیم رہو۔ جاگزین اور قائم رہو۔ اور لوگوں

کی خواہشات کا اتباع نہ کرو - وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنْ کِتٰبٍ ج وَ اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَکُمْ - اور اعلان کر دو دو ٹوک الفاظ میں کہ میں تو ایمان رکھتا ہوں اس کتاب پر کہ جو اللہ نے نازل کی ہے - اور مجھے حکم ہوا ہے کہ تمہارے مابین انصاف کروں -

اس کے مخالفین اور معاندین جو اس دعوت کا راستہ روکنے کے لئے آگے بڑھے تو اس کے بارے میں بڑے ہی بلیغ انداز میں دلنشین پیرائے میں اگرچہ بڑے دو ٹوک الفاظ میں فرمایا -

لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَکُمْ اَعْمَالُکُمْ ط لَا حُجَّۃَ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمْ ط اَللّٰہُ یَجْمَعُ بَیْنَنَا ج وَ اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ ط ہ

یہ جھگڑا کس لئے ہے؟ یہ فساد آخر کس بات پر! ہمارے عمل ہمارے لئے ہیں تمہارے لئے تمہارے عمل۔ ہم اگر کوئی خیر کما رہے ہیں تو اس کا فائدہ ہم ہی کو پہنچے گا - اور اگر شر بھی کما رہے ہیں تو اس کا وبال تم پر نہیں - بلکہ ہم پر ہی آئے گا - ہمارے اور تمہارے مابین اس تکرار کی کوئی احتیاج نہیں - ایک وقت آنے والا ہے جب ہم اللہ کے حضور جمع ہو جائیں گے اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ معلوم ہو جائے گا کہ کون حق پر ہے - واقعہ یہ ہے کہ اُمّتِ مسلمہ کے ان افراد کے لئے بالخصوص بڑی رہنمائی کی حامل آیات ہیں جن کو اللہ تعالےٰ یہ توفیق عطا فرمائے کہ وہ نبی اکرمؐ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اِس دین کی اقامت' اللہ کے دین کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے سعی کریں اور اس کے لئے کتاب ہی کی طرف بلانے کو زینہ اور منہاج اختیار کریں - اس سورۃ مبارکہ میں مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کے ضمن میں ایک انتہائی اہم بات وارد ہوئی - فرمایا :-

"وَاَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ ص" ان کے معاملات آپس میں باہمی مشورے سے طے پاتے ہیں - آخر میں نبیؐ اکرمؐ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا :- اے نبیؐ ہم نے اس قرآن کو آپ کے لئے بھی نور بنایا - آپ کو اس قرآن کے

وحی کئے جانے سے قبل کچھ معلوم نہ تھا۔ مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا۔ آپ کچھ نہ جانتے تھے کہ ایمان کسے کہتے ہیں۔ کتاب اور شریعت کس چیز کا نام ہے۔ ہم نے اس قرآن کو آپ کے حق میں نور بنایا اور اس قرآن کے حامل ہونے کے بعد وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اب سیدھی راہ کی طرف ہدایت دینے والے آپؐ ہی ہیں۔ سورۃ زخرف اور سورۃ الدخان میں یہ مضمون مشترک ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر دونوں میں ہے۔ سورۃ الزخرف میں حضرت عیسیٰؑ کا بھی اجمالی ذکر ہے۔ کفار کا ایک عجیب قول نقل ہوا ہے۔ کہ اس سورۃ الزخرف میں انھوں نے یہ کہا کہ یہ قرآن اللہ کو اگر نازل کرنا ہی تھا۔

لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ

تو یہ جو دو بڑے بڑے شہر ہیں مکہ اور طائف۔ اس کے بڑے بڑے سردار بڑے بڑے دولت مند صاحبِ ثروت لوگ موجود تھے اللہ اگر نازل کرتا تو ان پر نازل کرتا یہ بنی ہاشم کا ایک یتیم کیسے اللہ کو پسند آگیا۔

جواباً ارشاد فرمایا گیا اَهُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ کیا تیرے ربّ کی رحمت کو یہ تقسیم کرنے کے ٹھیکیدار بن گئے۔ اللہ کو خوب معلوم ہے کہ نبوّت اور رسالت کے لئے جو اوصاف مطلوب ہیں وہ کس میں موجود ہیں۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ رسالت کے فرائض ادا کرنے کے لئے کس قسم کی سیرت وکردار ضروری ہے۔ جن اوصافِ جلیلہ کا حامل ہونا ضروری ہے وہ کس میں ہیں اور کس میں نہیں ہیں۔

## سورۃ الدخان کا آغاز

ہوا اس لیلۃ مبارکہ کے ذکر سے جس میں قرآن مجید کا نزول ہوا۔ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ یہ وہ شب ہے جو آخری پارے میں لیلۃ القدر کے نام سے موسوم کی گئی۔ جو ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں ہے جس کے بارے میں آخری

پارے میں فرمایا گیا کہ تم کیا سمجھتے ہو اس کی قدر و قیمت کو لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ وہ ہزار مہینوں سے بھی افضل ہے ۔ سورۃ جاثیہ میں دوسرے اہم مضامین کے ساتھ ساتھ ایک بڑا اہم مضمون یہ وارد ہوا ہے کہ جسے ہم مادہ پرستانہ الحاد کہتے ہیں۔ وہ کوئی کسی جدید دور کی پیداوار نہیں ہے بلکہ یہ فکر ہمیشہ سے موجود رہی کہ وہ لوگ جنہوں نے صرف حواسِ خمسہ پر انحصار کیا، جنہوں نے اس سے ماوریٰ کسی ہدایت سے منہ موڑا ان کا نقطۂ نظر ہمیشہ یہی رہا جو ہمارے آج کے منکرینِ آخرت اور ملحدین کا ہے ۔ ان کا قول نقل ہوا ۔ وَقَالُوۡا مَا هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنۡیَا نَمُوۡتُ وَنَحۡیَا وَمَا یُهۡلِکُنَاۤ اِلَّا الدَّهۡرُ ۔ ہم کسی اور زندگی کو نہیں مانتے بس یہی دنیا کی زندگی ہے اس کے سوا کوئی زندگی نہیں ۔ ہم خود ہی جیتے ہیں اور خود ہی مرتے ہیں ۔ اور ہمیں مارنے والی کوئی اور شئے کوئی اور طاقت، کوئی اور بڑی قوت کوئی حاکم اور کوئی مالک نہیں ہے سوائے گردشِ فلک کے ۔ یہ زمانہ جو چل رہا ہے یہ افلاک جو گردش میں ہے ۔ انہی کی گردش سے یہ سارا نظام آپ ہی آپ رواں ہے یہی ہے حقیقت ۔ یوں سمجھئے کہ کوزے میں دریا بند کر دیا گیا ۔ دورِ جدید کا مادہ پرستانہ الحاد جس کی زبردست چھاپ آج کے انسان کے ذہن پر پڑ چکی ہے وہ حقیقتاً یہی ہے ۔ ایک اور اہم قول بھی نقل ہوا ۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو کسی درجے میں ماننے کا اظہار کرتے ہیں لیکن وہ قیامت کے بارے میں کہتے ہیں اِنۡ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحۡنُ بِمُسۡتَیۡقِنِیۡنَ ۔ کچھ گمان سا تو ہمیں ہوتا ہے کہ شاید جو خبر نبیوں نے دی ہے وہ درست ہے لیکن اس پر یقین نہیں بیٹھتا ۔ دل نہیں ٹھکتا ۔ اگر ہم اپنے گریبانوں میں منہ ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ ہم میں سے اکثر کی حالت یہی ہے ہم آخرت کے ماننے والے تو ہیں لیکن اس پر جو یقین ضروری ہے جس کے بغیر سیرت و کردار میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہو سکتی، انسانی اعمال پر کوئی اثرات مرتب نہیں ہو سکتے، اِلا ماشاء اللہ ہمارے قلوب اس سے خالی ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دولتِ ایمان سے سرفراز فرمائے ۔

# پارہ نمبر ۲۶ حٰمٓ

قرآن مجید کا چھبیسواں پارہ حٰمٓ کے نام سے موسوم ہے اس میں سورۃ احقاف ہے جو سلسلہ حٰمٓ کی آخری سورت ہے پھر تین سورتیں مدنی ہیں سورۃ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، سورۃ الفتح اور سورۃ الحجرات اس کے بعد سورۃ قٓ اور پھر سورۃ الذریت کا نصف اوّل جس طرح سورۃ شوریٰ میں اسلام کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ یہ کوئی نیا نویلا دین نہیں ہے بلکہ یہ وہی دین ہے جو حضرت نوح و حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام لے کر آئے اسی طرح سورۃ احقاف میں فرمایا کہ "اے نبی آپ کہہ دیجئے کہ "مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ" میں کوئی نیا نویلا اور انوکھا رسول نہیں ہوں بلکہ انبیاء و رسل کی اس مقدس جماعت کے سلسلہ کی آخری کڑی ہوں (اور یقیناً مکمل) جو حضرت آدمؑ سے چلا آرہا ہے سورۃ احقاف میں انسان کی شعوری زندگی کے آغاز کے وقت دو مختلف نقطہ ہائے نظر کا ذکر ہوا چالیس برس کی عمر قرآن مجید کی رو سے انسان کے شعور کی پختگی اور عقلی بلوغت کی عمر ہے فرمایا ایک تو وہ لوگ ہیں کہ جو اس عمر کو پہنچتے ہیں۔ تو وہ کہتے ہیں کہ:۔

قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝

اے رب مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تیرے ان احسانات کا شکر ادا کر سکوں جو تُو نے مجھ پر کئے اور میرے والدین پر کئے مجھے توفیق دے کہ میں نیک عمل کر سکوں میرے لئے میری اولاد کو بھی نیک اور صالح بنا دے میں تیری جناب میں رجوع کرتا ہوں اور میں اقرار کرتا ہوں کہ میں تیرا ہی فرماں بردار بندہ ہوں اس کے برعکس ایک دوسری روش یہ بھی ہے کہ مسلمان والدین اپنی اولاد کو اگر دین کی طرف دعوت دیتے

ہیں اور آخرت سے ڈراتے ہیں تو کچھ لوگ وہ ہیں جو جواباً یہ کہتے ہیں ۔
وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدَانِنِیْٓ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ ؕ ۔ تمہیں کیا ہوگیا ہے کس احمقانہ قسم کی باتیں کرتے ہو۔ کیا تم مجھے یہ بتارہے ہو کہ اگر میں مرجاؤں گا اور میں مٹی میں ملکر مٹی ہوجاؤں گا تو کیا میں دوبارہ اُٹھا دیا جاؤں گا۔ معلوم ہوا کہ یہ دو مختلف راستے ہیں جو لوگ بلوغت کی عمر میں پہنچنے کے بعد اختیار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں یہ پہلا راستہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ سورۃ احقاف میں حضرت ہود علیہ السلام اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا ایک واقعہ مذکور ہوا کہ جنوں کی ایک جماعت اُن کی خدمت میں حاضر ہوئی اُس نے آپؐ سے قرآن سُنا آپؐ پر ایمان لائے اور پھر آپ کی دعوت اُس نے اپنی قوم کو دی ۔ وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَیْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ اے ہماری قوم والو۔ اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت پر لبیک کہو اس میں خیر ہے اور عافیت ہے اس میں فلاح مضمر ہے اس کے بعد قرآن حکیم میں تین مدنی سورتیں وارد ہوئیں سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اے مسلمانو اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ بھی تمہاری مدد کرے گا یہ مدد کا معاملہ یک طرفہ نہیں چل سکتا ۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۔ اگر تم اللہ کی مدد کرو گے اور اُسکے رسول کی مدد کرو گے اس کے دین کو دنیا پر غالب کرنے کے لئے جان اور مال کھپاؤ گے تو اللہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو جمادے گا اس سورۃ مبارکہ کے اختتام پر تنبیہاً دوبارہ ارشاد فرمایا ۔ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ۔ اگر تم نے انحراف کیا پیٹھ موڑی تو اللہ تعالیٰ تمہیں بھی راندۂ درگاہ کرکے کسی اور قوم کو اپنے دین کی امانت سنبھلوا دے گا اور اپنے دین کا جھنڈا اس کے ہاتھوں میں دے گا اس سورۃ مبارکہ میں مسلمانوں کو قرآن مجید پر عمل اور غور و فکر کی دعوت

بھی دی گئی - اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا۔
فرمایا کہ یہ لوگ کیا قرآن پر تدبر بھی نہیں کرتے یا اُن کے دلوں پر تالے پڑ گئے
ہیں - اس کے بعد سورۃ الفتح آتی ہے - یہ سُورۃ مبارکہ بیعتِ رضوان اور صلح
حدیبیہ کے ذکر کے گرد گھومتی ہے چنانچہ اسمیں آغاز ہی ہوتا ہے صلح حدیبیہ کے ذکر سے
اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۔ اے نبی اس صلح کی شکل میں جو اگرچہ بظاہر
آپؐ نے کسی قدر دب کر کی ہے ہم نے آپ کو ایک فتح عظیم عطا فرمائی ہے
واقعہ یہ ہے کہ اس فتح کے بعد اسلام کے عروج کا دور شروع ہوا اور نبی اکرمؐ
کو اندرون ملک بھی اور دوسرے ممالک میں بھی اسلام کی دعوت پر اپنی توجہات
مرتکز کرنے کا موقعہ ملا جس کے نہایت دُوررس نتائج نکلے صلح حدیبیہ سے قبل
بیعت رضوان ہوئی تھی حضرت عثمانؓ کے بارے میں یہ خبر اُڑ جانے پر کہ وہ شہید کر
دیئے گئے ہیں حضورؐ نے اُن کے انتقام کے لئے بیعت لی اللہ تعالیٰ نے ان صحابہؓ
سے اپنے راضی ہوجانے کا اعلان فرمایا اور ان کے مقام اور مرتبے اور ان کی فضیلت
کے اظہار میں سورۃ مبارکہ میں کہا کہ اے نبی :- اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا
يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ - یہ لوگ جو آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں درحقیقت اللہ
کی بیعت کر رہے ہیں - يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ اللہ کا ہاتھ بھی ان
کے ہاتھوں کے اُوپر ہے ایک اور جگہ فرمایا - لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ
الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ - اللہ تعالیٰ راضی ہو
گیا اُن لوگوں سے کہ جو آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے ، یہ صحابہ کرامؓ کی
عظمت اور ان کے اللہ سے راضی ہوجانے اور اللہ تعالیٰ کا ان کو راضی کر دینے کا
کا اعلان ہوا - چنانچہ آخر میں فرمایا -

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ
لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا -

ہم نے ہدایت اور دینِ حق دیکر اپنے رسول کو بھیجا ہی اس لئے کہ اس

دین کو غالب کر دیا جائے یہ دین مغلوب رہنے کے لئے نہیں آیا اور اب انشاء اللہ وہ دن دور نہیں جب یہ دین غالب ہو جائے گا چنانچہ فرمایا ۔ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۔ اللہ کے رسولؐ اور ان کے ساتھی اہل ایمان کفار کے مقابلے میں انتہائی سخت ہیں اور اہل ایمان کے لئے انتہائی نرم خو اور رحم چارہ جیسا کہ علامہ اقبال رحؒ نے فرمایا ۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

نبی اکرمؐ اور صحابہ کرامؓ کی اس مقدس جماعت کی مثل روئے زمین پر نہ کبھی ہوئی ہے اور نہ ہو گی اس کے بعد سورۃ حجرات آتی ہے اس سورۃ مبارکہ میں مسلمانوں کی اجتماعی اور ملّی زندگی کے اصول بیان ہوئے ۔ پہلا اصول ہے اللہ کی اطاعتِ کلی اور اس کا تقویٰ ۔ لہذا تقویٰ کا ذکر اس سورۃ مبارکہ میں بالتکرار آیا ہے ۔ دوسرا اصول ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام ، آپؐ کا ادب اور آپؐ کی تعمیل آپؐ کا کوئی قول سامنے آجائے تو فوراً اُن باتوں پر تالے پڑ جائیں ، آپکی آواز سے آواز بلند نہ ہونے پائے ، آپؐ کی رائے کے مقابلے میں کوئی مسلمان اپنی رائے پیش کرنے کی جرأت نہ کرے ۔ اور تیسرا اصول ہے مسلمانوں کی باہمی محبت اور الفت اور اُن کے مابین شفقت محبت اور رحمت کا رشتہ چنانچہ اس سورۃ مبارکہ میں تفصیلی احکام دیئے گئے ان چیزوں سے روکا گیا جس کی وجہ سے مسلمانوں کے دلی تعلقات میں رخنے پیدا ہو سکتے ہیں آخر میں فرمایا کہ مسلمانو یہ جان لو اسلام اور ہے اور ایمان اور اگر چاہتے ہو کہ خدا کے ہاں واقعی حقیقی مومن شمار ہو تو سمجھو کہ اللہ کے نزدیک ایمان کا معیار یہ ہے ۔ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مومن تو بس وہ ہیں جو ایمان لائیں اللہ پر اس کے رسول پر پھر شک میں نہ پڑیں

اور انہوں نے جہاد کیا اللہ کی راہ میں اور کھپائیں انہوں نے جانیں بھی لگاتے انہوں نے اپنے مال بھی - اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ پس یہی لوگ ہیں جو اپنے دعوٰی ایمان میں سچے ہیں اس کے بعد سورۃ ق وارد ہوئی ہے - یہاں سے درحقیقت قرآن حکیم میں سات انتہائی حسین وجمیل سورتوں کا آغاز ہوتا ہے جسکی آیتیں چھوٹی چھوٹی مگر ان میں بڑی روانی ہے اور شوکتِ الفاظ بندش کا حسن اپنے عروج کو پہنچا ہے -

قرآن مجید کی ان سات سورتوں میں سورۃ رحمٰن بھی ہے جس کو آنحضرتؐ نے قرآن مجید کی دلہن کہا ہے - سُورۃ ق کا آغاز ہُوا - ق - والقرآن المجید قسم ہے اس بزرگی والے قرآن کی یہ دلیل ہے محمدؐ کی صداقت پر بھی اور اس کا اختتام ہوا اس حکم پر کہ اے نبی - فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۝ لوگوں کو تلقین کیجئے یاد دہانی کرائیے اس قرآن مجید کے ذریعے کہ جس میں کچھ بھی خوفِ خدا ہے وہ اس سے فائدہ اُٹھائے گا - سورۃ الذّٰرِيٰت قیامت کے ذکر سے شروع ہوتی ہے فرمایا - وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۝ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۝ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۝ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۝ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۝ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ۝ لوگو یہ نہ سمجھو کہ قیامت کی یا آخرت کی کوئی خالی دھونس ہے جو تمہیں دی جارہی ہے یہ ہونے والی بات ہے یہ شُدنی امر ہے یہ اٹل واقعہ ہے - جو ہو کر رہے گا جو دھمکی تمہیں دی جارہی ہے وہ حقیقت پر مبنی ہے اور جزاء وسزا واقعی ہو کر رہے گی لوگوں کو اپنے اعمال کے بدلے سے دوچار ہونا پڑے گا -

---

(بقیہ صـ ۲۶)

کی حد تک مکمل ہو گیا -

فَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا -

# وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

(الحدید: ۲۵)

اور ہم نے لوہا اتارا
جس میں بڑی قوت بھی ہے اور لوگوں کے لیے
بڑے فوائد بھی ہیں۔


## اتفاق فاؤنڈریز لمیٹڈ

۳۲- ایمپریس روڈ - لاہور

# انقلابِ محمدیؐ کا اساسی منہاج

> محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو ۲۷ رنومبر ۸۱ کے جمعہ کو قبل خطبہ جمعہ جامع مسجد ناظم آباد بلاک ۲ میں خطاب کرنا تھا - لیکن پی - آئی - اے کی فلائٹ میں فنی گڑبڑ کی وجہ سے موصوف جمعہ کو ڈیڑھ بجے ظہر کو مسجد میں پہنچ سکے - صلوٰۃ جمعہ کے بعد حاضرین کے اصرار پر جن کی تعداد چار ہزار کے لگ بھگ تھی - ڈاکٹر صاحب نے مختصر خطاب انقلاب محمدیؐ کے اساسی منہاج کو بیان کیا - اس موضوع پر موصوف کی ایک مستقل تحریر موجود ہے - لیکن اس خطاب میں چونکہ انہوں نے ایک نئے اسلوب سے گفتگو کی تھی لہٰذا اس کو ٹیپ سے منتقل کر کے قارئین میثاق کے استفادے کیلئے پیش کیا جا رہا ہے -
>
> (جمیل الرحمٰن)

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
فَاَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَمّا بعد: فقال اللہ تبارک وتعالیٰ فی سورۃ الجمعۃ:
ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیْھِمْ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَ اِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۙ وَّ اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ ؕ وَ ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝ (آیات ۲-۴) صدق اللّٰہ العظیم ۝
ربّ اشرح لی صدری ویسّرلی امری واحلل عقدۃً من لسانی یفقھوا قولی ۝

حضرات! احباب کی شدید خواہش تھی اور میری بھی کہ میں جمعہ میں بروقت حاضر ہو سکتا۔ اس ضمن میں میرا ارادہ کتنا قوی تھا، اس کا اس امر سے اندازہ کیجئے کہ میں نے جمعہ کی تقریباً پوری رات اسی مقصد کے لئے لگائی ہے۔ رات کی سوا گیارہ بجے کی فلائٹ سے میں نے سیٹ بک کرائی تھی صبح کی سیٹ کا میں نے اس لئے چانس نہیں لیا تھا کہ مبادا فلائٹ لیٹ ہو جائے اور میں بروقت کراچی نہ پہنچ سکوں۔ لیکن ہوتا وہی ہے جو اللہ کو منظور ہوتا ہے۔ مَا شَآءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَأْ لَمْ یَکُنْ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ ہے کہ عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ۔ میں نے اپنے رب کو پہچانا ہے اپنے ارادوں کے ٹوٹنے سے۔ معلوم ہوا کہ انسانی ارادے سے بالاتر ایک ارادہ ہے اور اصل فیصلہ اسی کا ہی نافذ ہوتا ہے۔ یہی بات اگر انسان پر واضح ہو جائے تو درحقیقت یہی معرفتِ ربانی ہے۔ جیسا کہ فرمایا حضرت علیؓ نے "عَرَفْتُ رَبِّیْ"۔ میں نے پہچانا اپنے رب کو جب میرے عزائم ٹوٹ جاتے رہتے ہیں۔ یہی صورتِ حال اس سفر کے سلسلے میں درپیش ہوئی۔ سوا گیارہ بجے شب کی فلائٹ لاہور سے وقت پر روانہ ہوئی اور تقریباً نصف گھنٹے سے پہلے ہی اعلان ہوا کہ جہاز کسی فنی خرابی کی وجہ سے کراچی کا سفر جاری نہیں رکھ سکتا لہٰذا لاہور واپس جا رہا ہے۔ چنانچہ ایک بجے کے قریب تمام مسافر لاہور ایئرپورٹ پر تھے۔ بتایا گیا کہ اب پونے گیارہ بجے دن کو یہ فلائٹ کراچی کے لئے روانہ ہوگی۔ میں نے سوچا کہ اگر وقت پر فلائٹ کی روانگی ہو گئی تو میں پونے بجے تک آپ کی اس مسجد میں پہنچ جاؤں گا لیکن ہوا وہی جو اللہ کو منظور تھا۔ فلائٹ پونے گیارہ بجے کے بجائے سوا گیارہ کے بھی کچھ دیر بعد لاہور سے روانہ ہوئی اور ایک بجے کے قریب کراچی پہنچی اور میں ایئرپورٹ سے سیدھا مسجد میں حاضر ہوا اور ڈیڑھ بجے یہاں پہنچا۔ اس طرح جمعہ سے قبل میری تقریر کا پروگرام روبعمل نہ آ سکا۔ بہرحال اب مجھ سے فرمائش کی گئی ہے کہ کچھ باتیں آپ کی خدمت میں عرض کروں لہٰذا میں حاضر ہو گیا ہوں۔ میں اس وقت چند باتیں گن کر آپ کے سامنے رکھوں گا اور کوشش کروں گا کہ نصف گھنٹے میں اپنی تقریر ختم کر دوں۔ مجھے اگر خطبۂ جمعہ سے قبل اظہارِ خیال کا موقع ملتا

توہمارے دین میں جمعہ کا جو مقام ہے اس کو میں آپ کے سامنے کسی قدر تفصیل سے بیان کرتا۔ اس لئے کہ ہمارے دین میں جمعہ کا نظام محض ایک رسم ( RITUAL ) نہیں ہے اگرچہ جس طرح ہم نے دین کی تقریباً تمام چیزوں کو محض رسم بنا کر رکھ چھوڑا ہے اسی طرح جمعہ بھی ہمارے ہاں صرف ایک رسم بن کر رہ گیا ہے۔ بقول علامہ اقبال مرحوم ؎

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی

حالانکہ حقیقتِ نفس الامری یہ ہے کہ دین کا ہر عمل نہایت عظیم حکمتوں کا حامل ہے اور ہر عمل کے بڑے اعلیٰ وارفع مقاصد ہیں اور اس کے پیچھے انسان کی فلاح وصلاح اور کامرانی کا مفاد کارفرما ہے۔ جمعہ کی حکمتوں کو سمجھنے کے لئے میں چار باتیں آپ کے سامنے رکھوں گا اور آپ سے درخواست کروں گا کہ انہیں علیحدہ علیحدہ اپنے ذہن میں محفوظ فرمالیں۔

پہلی بات یہ کہ اسلام مذہب نہیں ہے دین ہے۔ یہ ایک بہت عظیم حقیقت ہے لیکن ہماری عظیم ترین اکثریت مذہب اور دین کے فرق سے بالکل نابلد اور لاعلم ہے۔ اس ضمن میں یہ اہم بات ذہن نشین کر لیجئے کہ پورے قرآن اور پورے ذخیرۂ احادیث میں کہیں لفظِ مذہب نہیں آیا۔ حالانکہ مذہب عربی ہی کا لفظ ہے۔ اسلام کے لئے جو لفظ آیا وہ دین ہے۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ط ہمارے ہاں بعد میں جب لفظ مذہب استعمال ہوا ہے تو وہ فقہی مکاتیبِ فکر اور مسالک کے لئے استعمال ہوا ہے جیسے مذہبِ حنفی، مذہبِ شافعی، مذہبِ مالکی اور مذہبِ حنبلی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے ہاں مذہب کا لفظ صرف ان محدود فقہی مسالکِ فکر کے لئے درحقیقت استعمال ہوتا رہا ہے اسلام کے لئے مستعمل نہیں ہوا۔ اسلام درحقیقت مذہب نہیں دین ہے۔ فرق کیا ہے۔ اس کو بھی سمجھ لیجئے۔ دنیا میں مذہب کا بالعموم تصور ہوتا ہے کہ یہ مجموعہ ہوتا ہے چند عقائد اور چند رسومِ عبادات اور زیادہ سے زیادہ شادی بیاہ کے کچھ قواعد وضوابط کا۔ ان کے باہر جو باقی انسانی زندگی ہے، اس سے مذہب کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ دنیا میں مذہب کا یہ تصور عام ہے اور پھیلا ہوا ہے۔ اسی

معنوں میں بدقسمتی سے آج ہم نے بھی اسلام کو مذہب سمجھ لیا ہے - بلکہ ہماری مزید بدقسمتی یہ ہے کہ ہماری عظیم ترین اکثریت جو ان معانی میں اسلام کو مذہب سمجھتی ہے عمل کے لحاظ سے اس کی تعداد بھی آٹے میں نمک سے زیادہ نہیں رہی - یعنی مذہبی مراسم عبودیت بجا لانے میں بھی ہماری یہ عظیم اکثریت عملی اعتبار سے کوری ہے - گویا اب ان میں اسلام محض ایک موروثی عقیدہ (DOGMA) کی حیثیت سے باقی رہ گیا ہے - حالانکہ جیسا کہ میں بتکرار عرض کر چکا ہوں کہ اسلام دین ہے - محض مذہب نہیں ہے - اور یہاں حال یہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک عظیم ترین اکثریت بحیثیت مذہب بھی اسلام پر عمل پیرا نہیں ہے - اور ایسے لوگ تو شاذ ہی ملیں گے جن کا تصوّر یہ ہو کہ اسلام مذہب نہیں دین ہے - اب سوال یہ ہے کہ دراصل دین ہے کیا ؟ یہ لفظ ہمارے ہاں عام بہت ہو گیا ہے اور اسی عموم کی وجہ سے اور اس سبب سے کہ اس پر عمل ہے نہیں یہ لفظ بدنام بھی بہت ہو گیا ہے - تو اچھی طرح جان لیجئے کہ دین کا مفہوم ایک مکمل نظامِ زندگی ہے - ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں ایک ہستی یا ادارے کو مطاع، مقنّن (Law-Giver) اور حاکم مطلق (SOVEREIGN) تسلیم کر کے اس کی جزاء کی اُمید اور سزا کے خوف سے اس کے عطا کردہ یا جاری و نافذ کردہ قانون اور ضابطے کے مطابق اس ہستی یا ادارے کی کامل اطاعت کرتے ہوئے زندگی بسر کی جائے - اگرچہ اس دور میں جس سے ہم گزر رہے ہیں اس بات کی تکرار تو بہت ہوتی ہے کہ اسلام ہمارا نظامِ حیات اور ضابطۂ زندگی ہے لیکن یہ پینتیس ۳۵ سال جو ہم نے بتائے ہیں اس پر عمل اس قدر مفقود اور معدوم رہا ہے کہ اب اس مفہوم کو زبان سے ادا کرتے ہوئے کچھ جھجک ہوتی ہے اور شرم سی محسوس ہوتی ہے کہ ہم کہہ کیا رہے ہیں اس پر واقعتہً ہمارا یقین ہے بھی یا نہیں ! بہر حال اس ناگفتہ بہ صورتِ حال کو ایک طرف رکھیئے - پہلی بات جو میں آپ کے سامنے اس وقت رکھنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اسلام ایک دین ہے - مذہب نہیں -

دوسری بات یہ کہ مسلمان جماعت ہیں قوم نہیں ہیں - اس بارے میں بھی میں عرض کر دوں گا کہ بدقسمتی سے ہمارے ذہنوں میں تصوّر ہے قومیت کا - اور اس سے بھی بڑھ کر بدقسمتی یہ ہے کہ ایک "قوم" کی حیثیت سے بھی آج کی دُنیا میں ہمارا وجود

نہیں ہے - ہم 'مسلمان اقوام' ( MUSLIM NATIONS ) میں منقسم ہیں - ایک 'مسلم قوم' نہیں ہیں - دُنیا کے نقشے پر بہت سے مسلمان ممالک ( MUSLIM STATES ) ہیں - دُنیا میں ایک مسلم وحدت سیاسی طور پر موجود نہیں - آپ نے حال ہی میں یہ خبر اخبارات میں پڑھی ہو گی کہ ہماری بدقسمتی کا عالم یہ ہے کہ پورا عالمِ اسلام نہیں بلکہ جو عرب مسلمان ممالک ہیں ان کی سربراہ ( SUMMIT ) کانفرنس ملتوی ہو گئی یعنی انتشار پہلے سے بھی زیادہ بڑھ رہا ہے کہ مِل بیٹھ کر کسی مشترکہ مفاد کے مسئلہ کے حل پر بھی غور نہیں کر سکتے - پوری دُنیا کے مسلمان (عربی وعجمی) ان کے اتحاد کو تو چھوڑیئے - وہ عرب جن کی زبان ایک، جن کی نسل بھی بڑی حد تک ایک جن کے دنیوی مفادات و نقصانات ایک، وہ بھی ایک پلیٹ فارم پر جمع نہیں ہو سکتے - اور نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ ایک باقاعدہ اجلاس جو سب کی منظوری و رضا سے بلایا گیا تھا - وہ پہلی ہی نشست میں انتشار و اختلاف کا شکار ہو کر ملتوی ہو گیا - تو اس وقت یہ بدقسمتی تو موجود ہے ہی کہ ہم ایک قوم بھی نہیں ہیں اور پھر عرب ایک قوم ہوتے ہوئے بھی ایک قوم کے صحیح و حقیقی شعور و فہم سے بعید ہیں - بہرحال اصل بات جو ہمارے جاننے اور سمجھنے کی ہے، وہ یہ ہے کہ ہم ایک قوم نہیں ہیں بلکہ ایک جماعت ہیں - قرآن مجید نے ہمیں قرار دیا ہے اُمّت - وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ - اور كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ - اُمّۃ کا لفظ بنا ہے - اَمَّ یَاُمُّ سے، جس کے معنی ہیں قصد کرنا، ارادہ کرنا - لہٰذا اُمّت کے معنی ہوئے ان لوگوں کا مجموعہ جن کا قصد اور ارادہ ایک ہو جائے - جن کی منزل ایک ہو - ہم مقصد لوگوں کی جو اجتماعیت ہو گی وہ اُمّت کہلائے گی - قرآن مجید نے جو دوسرا لفظ ہمارے لئے استعمال کیا وہ حِزب ہے - حزب کے معنی ہیں پارٹی ( PARTY ) مسلمان تو اللہ کی پارٹی ہیں - جیسے کمیونسٹ پارٹی ہے اس کا ایک نظریہ ہے - اس کا ایک فلسفہ ہے - اس کی ایک کتاب ہے ( Das - Capital ) اس کا ایک منشور ( The Communist Menifesto ) ہے - لہٰذا جس طرح کوئی انقلابی پارٹی ہوتی ہے جو ایک نظریے' ایک آئیڈیولوجی ( IDEOLOGY ) اور ایک

نظام کی علمبردار و دعویدار ہوتی ہے۔ اسی طرح ہم مسلمان بھی ایک پارٹی یا حزب ہیں۔ ——— لہٰذا اب دو چیزیں جمع کر لیجئے۔ پہلی یہ کہ اسلام مذہب نہیں دین ہے اور ہم مسلمان قوم نہیں بلکہ اُمّت اور حزب ہیں۔ اور حزب بھی کونسی! حزب اللہ۔ ہم اللہ کی پارٹی ہیں۔ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ...

اب آیئے تیسری بات کی طرف۔ ہماری یہ جو کتاب ہے۔ قرآن مجید۔ یہ اُس معنی میں کتابِ مقدس نہیں ہے جس معنی میں دنیا میں دوسری مقدس کتابیں تسلیم کی جاتی ہیں۔ مقدس کتابوں کے متعلق دنیا میں عام تصور کیا جاتا! یہ کہ پڑھو اور ثواب حاصل کر لو۔ یا یہ کہ کوئی جنتر منتر ہے کہ اس سے کوئی مشکل حل کر لو کوئی عقدہ کسی طرح کھول لو۔ وہ کسی غیر مرئی طور پر مشکلات کا حل بن جائے۔ اس کی کسی عبارت کو تعویذ بنا کر گلے میں ڈال لو۔ اس کو نہایت اعلیٰ چمڑے کی جلدوں اور قیمتی کپڑے کی جزدانوں میں کسی اونچی جگہ پر رکھ کر اس کا اکرام و احترام کر لو۔ یہ تمام طور طریقے درحقیقت اس تصور پر مبنی ہیں کہ یہ کتابِ مقدس ہے۔ بعینہٖ یہی معاملہ ہم مسلمانوں نے "الاّ ماشاءاللہ" قرآن مجید کے ساتھ روا رکھا ہوا ہے۔ اچھی طرح جان لیجئے کہ ان معنوں میں قرآن مجید کتابِ مقدس نہیں ہے۔ جیسے دنیا میں دوسرے مذاہب کی مقدس کتابیں ہیں۔ یہ قرآنِ مبین درحقیقت ہمارا نظریہ ہے، ہمارا فلسفہ ہے، ہماری آئیڈیالوجی (IDEOLOGY) ہے۔ یہ وہ دستور و نظامِ حیات ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عطا فرمایا ہے۔ اس بات کو بھی پہلی دو باتوں کے ساتھ جمع کر لیں تو بات اب اس مرحلے تک پہنچ جائے گی کہ اسلام مذہب نہیں دین ہے۔ مسلمان قوم نہیں اُمّت اور حزب اللہ ہیں اور قرآن مجید محض کتابِ مقدس نہیں بلکہ ہمارا دستور اور نظامِ حیات ہے

اب ایک مثال سے بات کو سمجھئے۔ مثال کی ضرورت اس لئے درپیش ہوئی ہے کہ جس دور انسان سانس لے رہا ہو اس دور کے حالات کی مثالوں سے بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے۔ ورنہ بات محض ایک نظری سی بات رہ جائے گی اور ذہن کے اوپر اوپر ہی سے گزر جائے گی وہ عقل و شعور پر پوری طرح قابو یافتہ نہیں ہوگی اُسے POSSESS نہیں کرے گی ——— میں نے دو لفظ استعمال

کئے ہیں - نظریہ اور نظام - آپ کو معلوم ہے کہ اشتراکیت کے نظریے کی بنیاد ہے کارل مارکس کی کتاب ' ڈاس کیپیٹال ( DAS CAPITAL ) اور اس کا نظام کیا ہے کیمونسٹ مینیفسٹو ( COMMUNIST MANIFESTO ) ان دونوں کو جمع کر لیجئے تو وہ ہمارے لئے قرآن مجید ہے ۔ اس میں ہمارا نظریہ ہے - اس میں ہمارا فلسفہ ہے' اس میں ہمارا نقطۂ نظر ہے - اس میں ہمارے لئے فکری و ذہنی رہنمائی ہے - اس میں ہمارے لئے پورا نظام حیات ہے - ہمیں کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا ہے - کیا حلال ہے اور جائز ہے اور کیا حرام اور ناجائز ہے ! انسانی زندگی کے مختلف تقاضوں، داعیوں، گوشوں اور پہلوؤں میں کیا توازن قائم کرنا اور استوار کرنا ہے - لہٰذا معتدل و صالح اور عادلانہ نظام اجتماعیت کی حامل ہماری یہ کتاب قرآن مجید ہے جو مُنزّل من اللہ ہے - لہٰذا اب بات یہاں تک پہنچی کہ اسلام مذہب نہیں، دین ہے ۔ مسلمان اُمّت اور حزب ہیں قوم نہیں ہیں اور ہماری کتاب قرآن مجید صرف کتاب مقدس نہیں ہے بلکہ ہمارا نظریہ' ہمارا فلسفہ، ہمارا نقطۂ نظر' ہمارا نظام اور ہمارا منشور ( MANIFESTO ) ہے - ان تینوں باتوں کو جمع کیجئے تو وہ بات سمجھ میں آئے گی جو بات اس دور میں اب دنیا پر کچھ منکشف ہو رہی ہے - حالات اب خود بخود اس رُخ پر جا رہے ہیں کہ اسلام کی حقانیت دنیا پر از خود آشکارا اور مبرھن ہو رہی ہے - اس میں ہماری کوششوں کو دخل نہیں ہے - آج جناب محمد رسُول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت پُوری دنیا پر از خود منکشف ہو رہی ہے - THE HUNDRED نامی کتاب تین سال قبل امریکہ میں شائع ہوئی تھی - اس کے پہلے ایڈیشن کو تو یہودیوں نے فوراً مارکیٹ سے غائب کر دیا - اب وہ کتاب بحمداللہ دوبارہ چھپ گئی ہے ورنہ خیال یہ تھا کہ شاید مصنف اور پبلشر کو یہودیوں نے خرید لیا ہے اور وہ کتاب دوبارہ شائع نہیں ہوگی - پچھلے سال جب میں امریکہ دعوتی دورے پر گیا تھا تو اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن مارکیٹ میں موجود تھا - اس کتاب کے مصنف نے سو مشاہیر عالم چُنے ہیں تو یعنی اس کتاب کا موضوع ( THEME ) یہ ہے کہ نوع انسانی کے وہ سو اشخاص جنہوں نے انسانی تاریخ پر سب سے زیادہ اثر ڈالا ہے -

اس فہرست میں کتاب کا مصنف مسٹر ہارٹ نمبر ایک پر لایا ہے جناب محمد رسول اللہ علیٰ صاحب الصّلوٰۃ والسّلام کی ذاتِ اقدس کو۔ حالانکہ خود عیسائی ہے، ۔ بایں ہمہ وہ حضرتِ مسیح علیہ السلام کو اس فہرست میں نمبر تین پر لایا ہے۔ اور جناب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو وہ سرِ فہرست لایا ہے۔ کیوں ؟ اس کا جواب اس نے خود دیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے پڑھے لکھے لوگوں میں لاکھوں میں سے ایک نہیں ہوگا جو یہ بات اس قدر وضاحت ( Clarity ) کے ساتھ کہہ سکے جس قدر وضاحت کے ساتھ مسٹر ہارٹ نے کہی ہے۔ غیروں نے ہمارے دین کو کچھ ہم سے زیادہ ہی سمجھا ہے۔ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ بات کہی ہے کہ :-

"He was the only man in history who was superemely successful on both the Religious and Secular levels."

"محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوری تاریخ انسانی میں واحد شخصیت ہیں جو مذہبی ( RELIGIOUS ) اور دنیوی ( SECULAR ) دونوں میدانوں میں انتہائی کامیاب ہیں۔" اب یہاں مذہبی تصوّر آپ نے سمجھ لیا ہوگا۔ وہی کارفرما ہے جس کی میں نے نفی کی تھی۔ مصنف اہلِ مغرب کی طرح زندگی کو دو خانوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ مذہب ( RELIGION ) علٰحدہ ہے یہ انسانی زندگی کا چھوٹا سا خانہ ہے۔ جس میں کچھ عقائد ہیں اور کچھ مراسمِ عبودیت اور ان کا تعلق بھی انسان کی نجی ( PRIVATE ) زندگی سے ہے۔ اصل زندگی تو کاروبارِ دنیوی سے متعلق ہے۔ جس کو وہ SECULAR قرار دیتے ہیں۔ حکومت ہے مملکت ہے۔ قانون ہے، فوجداری اور دیوانی معاملات ہیں۔ خارجہ پالیسی ہے۔ صلح و جنگ ہے۔ یہ سارے امور کاروبارِ دنیوی ( SECULAR ) ہیں۔ ان کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن 'The Hundred' کا مصنف یہ تسلیم کرتا ہے اور پوری دیانت سے اس کا اظہار کرتا ہے۔ کہ محمد صلّی اللہ علیہ وسلم صرف مذہبی شخصیت نہیں تھے، جہاں انہوں نے مذہب

دیا ہے - اور اعلٰے اخلاق کی تعلیم دی ہے وہاں انہوں نے ایک نظام دیا ہے - ایک انقلاب برپا کیا ہے ___ دنیا میں انسانی شخصیتیں یک رُخی تو بہت ہیں - کوئی اگر مذہب اور اخلاق کے میدان میں بلندی پر ہے تو معاملاتِ دنیوی کے میدان ( Secular Field ) میں صفر نظر آئے گا - گوتم بدھ جس کے ماننے والے بڑی کثیر تعداد میں دنیا میں موجود ہیں - کیا انہوں نے دنیا میں کوئی مملکت قائم کی ! کیا نوعِ انسانی کو امورِ دُنیوی کے لئے کوئی قانون اور ضابطۂ حیات دیا !! نہیں - وہاں زیرو ( ZERO ) ہے بلکہ اس اعتبار سے دیکھئے - میں جو بات کہنے جا رہا ہوں حاشا وکلاّ وہ کسی تنقیص کے خیال سے نہیں کہہ رہا - واقعہ بیان کر رہا ہوں - ہمارے لئے کسی طرح بھی جائز نہیں ہے کہ ہم اللہ کے کسی رسول کی بھی کسی ادنیٰ درجے میں بھی تنقیص یا توہین کریں - معاذاللہ ثم معاذاللہ - ہمارے تو بنیادی عقائد میں یہ بات شامل ہے کہ ہم تمام انبیاء ورسل کی تصدیق بھی کرتے ہیں اور تعظیم وتکریم بھی - لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ - لیکن واقعہ تو واقعہ ہے - حضرتِ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام مذہب اور اخلاق کے اعتبار سے بہت بلندی پر ہیں - لیکن یہ کہ حکومت، نظامِ مملکت، تمدّن اور قانون و آئین کے متعلق تو آں جنابؑ نے کوئی رہنمائی نہیں دی - اس کوچے میں تو یوں کہیے کہ قدم ہی نہیں رکھا - یہ نظامِ مملکت وحکومت کا کوچہ تو دور کا ہے، انہوںؑ نے تو شادی ہی نہیں کی - لہٰذا عائلی اور گھریلو زندگی سے متعلق کوئی عملی رہنمائی آں جنابؑ نے نہیں دی ___ ان اعتبارات سے اب دیکھئے کہ جناب محمد رسول اللہ علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام کس مقامِ رفیع پر فائز نظر آتے ہیں - مزید براں اب ذرا دوسرے پہلو اور رُخ سے تاریخِ انسانی کا جائزہ لیجئے - سکندر مقدونی بہت بڑا فاتح ہے اٹیلا (ہُن) بہت بڑا فاتح، جیولیس سیزر بہت بڑا فاتح، چنگیز خاں بہت بڑا فاتح - لیکن مذہب و اخلاق کے اعتبارات سے یہ سب کے سب صفر - بلکہ زیرو سے بھی آگے منفی اقدار ( MINUS VALUES ) کی حامل شخصیتیں نظر آتی ہیں - ان کے کردار اور ان کے کرتوتوں کے مقابلے میں تو زیرو بھی ایک اعلیٰ قدر نظر آئے گی - یہ تو وہ لوگ

ہیں جن کے ناموں کے ساتھ بربادی وتباہی، ہلاکت و بربریت، تعیّش و تلذّذ اور خون ریزی و آتش زدگی سفاکی و درندگی کی مہیب و ہولناک شکلیں اور تصویریں خود بخود تصوّر و تخیّل میں آجاتی ہیں - اب ذہن میں رکھیئے کہ میں نے تاریخ انسانی کی چند اُن شخصیتوں کا ذکر کیا ہے جو مذہبی یا فتوحات کے اعتبار سے ممتاز مقام رکھتی ہیں - اب پھر دیکھئے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو کہ ان کا مقام ایک طرف مذہب و اخلاق کے اعتبار سے کتنا اعلیٰ ارفع اور عظیم ہے تو دوسری طرف ایک آئین اور ایک نظام مملکت نوعِ انسانی کو عطا کیا۔ دنیا کی تاریخ میں صالح انقلاب برپا کیا - اپنے دشمنوں پر فتح پائی تو عفو و درگزر سے کام لیا - جانی دشمنوں تک کو معاف فرمایا - پھر ان کے جانثاروں کا اللہ کے دین کے قیام کے لئے قیصر و کسریٰ کی فوجوں سے مسلح تصادم ہوا اور عظیم ترین فتوحات نے ان کے قدم چومے - لیکن نہ کوئی آتش زدگی کا عمل ہوا نہ بربادی و ہلاکت اور مفتوح اقوام کی خون ریزی کا حادثہ رونما ہوا - بلکہ امن و امان، عدل و انصاف اور خوشحالی و فراغت کے دورِ سعید سے دنیا شاد کام اور لذّت آشنا ہوئی — یہ ہیں وہ وجوہات اور عظمت کے پہلو جن کی بنا پر 'The Hundred' کا مصنف آں جناب صلّی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو مشاہیر عالم کی فہرست میں نمبر ایک پر لایا ہے -

اب چوتھی بات یہ ہے کہ اس پر غور کیجئے کہ جناب محمد رسول اللہ علیہ وسلم نے یہ صالح اور عظیم انقلاب برپا کیسے فرمایا! علّامہ اقبال مرحوم نے اس بات کو ایک شعر میں سمو دیا ہے — ؎

مصطفٰےؐ اندر حرا خلوت گزیں قوم و آئین و حکومت آفریں

خلوتوں میں بیٹھنے والے تو دُنیا میں بہت سے ہوئے ہیں تپسیائیں کرنے والے بڑے رشی منی اسی ہندوستان کی سرزمین پر ہوئے ہیں - لیکن ایک خلوت وہ بھی تھی جو جناب محمدؐ نے کی ہے - صلّی اللہ علیہ وسلم - لیکن غارِ حرا کی مختصر سی خلوت اتنی نتیجہ خیز اور انقلاب انگیز ( Productive ) تھی کہ اس نے پوری دُنیا کا رُخ بدل دیا - ایک نیا آئین نوعِ انسانی کو دیا - ایک نیا دستورِ حیات عطا فرمایا -

ایک نئی اُمّت اور ملّت قائم فرما دی - ایک نئی عظیم مملکت کی بنیاد ڈال دی
ہے مصطفٰے اندر حرا خلوت گزیں — قوم و آئین و حکومت آفریں — اور وہ کیا
چیز تھی جو نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم حرا کی خلوتوں سے لے کر تشریف لائے، وہ
مولانا حالی مرحوم سے سُنیئے -

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا — اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا
وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی — عرب کی زمین جس نے ساری ہلادی

وہ نسخۂ کیمیا تھا - قرآن مجید، فرقان حمید — یہ ہے رسُول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا وہ آلۂ انقلاب، جس نے عرب ہی نہیں دُنیا کی کایا پلٹ دی -

اب سلسلہ وار دوبارہ میری چاروں باتیں گن لیجئے — میں نے پہلی بات یہ
عرض کی ہے کہ اسلام مذہب نہیں دین ہے - دوسری بات یہ کہ مسلمان قوم
نہیں اُمّت ہیں، حزب اللہ ہیں - تیسری بات یہ کہ ہماری کتاب (قرآن مجید)
صرف کتابِ مقدّس نہیں ہے یہ ہمارا نظریہ، ہمارا آئین و دستور ہمارا نظامِ حیات
اور ہمارا منشور ہے — چوتھی اور آخری بات یہ کہ جناب محمد رسُول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کا آلۂ انقلاب یہی قرآن مجید ہے -

آگے بڑھنے سے قبل میں چاہتا ہوں کہ چند ضروری باتیں آپ کے ذہن نشین
کرا دوں — مذہب بھی دین کا جُزو ہے لہٰذا ہم یہ نہیں کہیں گے کہ اسلام
سرے سے مذہب ہی نہیں ہے - یہ بات نہیں ہے - اسلام مذہب بھی ہے -
اس کے عقائد ہیں - عبادات ہیں، مراسمِ عبودیّت ہیں - لیکن صرف مذہب نہیں ہے
بلکہ دین ہے اور اس میں مذہب بھی اپنے آپ آ گیا - اسی طریقے سے ہماری کتاب
قرآن مجید صرف کتاب مقدّس نہیں ہے - کتابِ مقدّس بھی ہے - اس کے پڑھنے
سے ثواب ملتا ہے اس میں کوئی شک نہیں لیکن ساتھ ہی اس میں ہمارا نظریہ ہے
اس میں ہمارا نظام ہے یہ ہمارا منشور (Manifesto) ہے - یہ ہمارا فلسفہ ہے - یہ
انسان کی پوری زندگی کے لئے رہنمائی دے رہی ہے - اور اس کے لئے ہمارے
واسطے اُسوۂ کاملہ ہیں جناب محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم — اور آں جناب ؐ
صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اُسوہ کیا ہے! وہ یہ ہے کہ آں جناب ؐ نے اس قرآن حکیم کے ذریعے

عظیم انقلاب برپا فرما دیا۔

جمعہ سے قبل مجھے وقت مل جاتا تو میں سورہ جمعہ کی روشنی میں حکمت واحکام جمعہ کے متعلق قدرے تفصیل سے کچھ عرض کرتا۔ لیکن ہوا وہ جو اللہ کو منظور تھا۔ اس مختصر سے وقت میں میں اس سورہ مبارکہ کے تمام مضامین تو بیان نہیں کرسکتا۔ اس سورۃ مبارکہ کے مضامین کو آپ سمیٹیں تو پہلی عظیم بات جو فرمائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اساسی و بنیادی طریق کار کیا تھا جس کے نتیجے میں آں جناب نے انقلاب عظیم برپا فرمایا۔ یہ بات اس آیت مبارکہ میں بیان فرمائی گئی ہے :

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ط ۔

"وہ ہی (اللہ جو الملک القدوس العزیز الحکیم) ہے جس نے امیوں سے ان ہی میں کا ایک رسول اٹھایا جو ان کو اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے۔ ان کا تزکیہ کرتا ہے۔ ان کو کتاب (احکام خداوندی) اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے "

اس آیت مبارکہ میں نبی اکرمؐ کا اساسی نہج اور بنیادی طریق کار، بیان کیا گیا ہے۔ آپؐ نے انقلاب کیسے برپا فرمایا! اس میں اس کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔ سیرت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا مطالعہ کیجئے اور دیکھئے کہ کیا آپؐ نے کوئی ایجی ٹیشن شروع کیا ؟ آپؐ نے غلاموں اور موالیوں کو جو اس معاشرے میں نہایت دبے ہوئے اور پسے ہوئے تھے منظم کیا ؟ کچھ نہیں۔ آپؐ نے تو وہاں قرآن مجید پیش فرمایا۔ اس کی آیات پڑھ کر سنائیں۔ اس کتاب کے ذریعے سے تزکیہ فرمایا۔ فکر کی تطہیر ہوئی تو اخلاق کی تطہیر ہوئی۔ کتاب (احکام الٰہیہ) اور حکمت کی تعلیم دی۔ اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا ۔ آں جنابؐ نے فرمایا کہ میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ ایک کتاب اور اس کا معلم۔ یہ دونوں چیزیں مل کر بَيِّنَةً بن جاتی ہیں۔ آخری پارے کی جو سورۃ بیّنہ

ہے۔ اس میں اس بات کو واضح کیا گیا۔ فرمایا: لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِّينَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ یہ کفار و مشرکین اور اہل کتاب اپنے کفر سے باز آنے والے نہیں تھے۔ جب تک کہ ان کے لئے 'بیّنہ' نہ آجاتی ؛ اور وہ 'البیّنہ' کیا ہے! اس کو اگلی آیات میں بیان کیا گیا۔ فرمایا: رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝ "(یعنی) اللہ کی طرف سے ایک فرستادہ، پیغامبر (رسول) جو پڑھتا ہوا آیا پاک صحیفے جن میں راست اور درست تحریریں موجود ہیں"۔ تو معلّم اور کتاب یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن، ان دونوں نے مل کر ایک وحدت کی شکل اختیار کر لی، یہ 'بیّنہ' ہے اور اس بیّنہ سے دُنیا میں ایک انقلاب عظیم برپا ہو گیا۔ قرآن مجید کے ذریعے سے ذہنی و فکری انقلاب آیا۔ اس کے ذریعے سے تزکیۂ نفس ہوا اور اس کے ذریعے سے معاشرے کی تعمیرِ نو ہوئی۔ ایک نئی تہذیب، ایک نیا تمدّن، ایک نیا نظام، ایک نئی معاشرت اور ایک نیا ضابطہ اخلاق آں حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو عطا فرما دیا۔

سُورۂ جمعہ کی دوسری آیت مبارکہ آں حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کے اسی عمل کا بیان اور ذکر ہے اگلی آیت میں یہ بات بتائی گئی کہ اُمّت محمد علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ کا صرف یہی حصہ نہیں ہے جس تک آں حضرت نے بنفسِ نفیس اللہ کا پیغام پہنچایا، اس کا تزکیہ فرمایا اور اُسے احکام اور حکمت کی تعلیم دی یعنی اُمیّین — بلکہ ایک دوسرا حصّہ بھی ہے یعنی آخرین — بعد میں آنے والے۔ وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۔

اسی اُمّت کے اور بھی لوگ ہیں جو ابھی شامل نہیں ہوئے۔ پس معلوم ہوا کہ پوری دنیا اُمّت محمد ہے علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام — وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا اور وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ — اس بات کی توضیح و تشریح اہل علم اس طرح کرتے ہیں کہ پوری دنیا آں حضور ختم الرسل صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اُمّتِ دعوت ہے۔ اور جو اہلِ ایمان ہیں وہ اُمّتِ اجابت ہے۔ جس میں ہم بھی شامل ہیں۔ اگرچہ یہ کہتے

ہوئے میری زبان جھجک رہی تھی ۔ لکنت سی محسوس کر رہا تھا کہ واقعتاً ہم کہاں اُمّت محمد علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کہلانے کے مستحق ہیں البتہ کہنے کو اُمّتِ اِجابت ہیں فی الواقع ہم کہاں ہیں اُمّتِ اِجابت ۔ ! کتنی کچھ ہم لبیک کہہ رہے ہیں جنابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اور پکار پر !! اپنے گریبانوں میں ہم جھانکیں تو واقعہ یہ ہے کہ یہ کہنا مشکل ہو جائے گا کہ ہم اُمّتِ اجابت ہیں محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ۔ صحیح بات ہے جو علّامہ اقبال مرحوم نے کہی کہ ؎ چوں می گویم مسلمانم بہ لرزم ۔ کہ دانم مشکلات لاالٰہ را ۔ ، یعنی اگر یہ کہتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں تو مجھ پر کپکپی طاری ہوتی ہے اس لئے کہ مجھے معلوم ہے کہ لاالٰہ الا اللہ کے تقاضے کتنے بھاری ہیں ! وہ پورے کرسکوں گا کہ نہیں ۔ ! ، اسی پر قیاس کر لیجئے کہ یہ کہنا آسان ہے کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّتی ہوں ۔ لیکن ایک سچے مسلمان پر یہ کہتے ہوئے لرزہ طاری ہو جانا چاہیئے ۔ چونکہ نبی اکرمؐ کے اُمّتی ہونے کے جو تقاضے ہیں وہ پورے کرسکتا ہوں کہ نہیں ! تو کہنا آسان ہے، عمل مشکل ہے ۔ بہرحال ہم اس پر خوش ہو سکتے ہیں کہ ہم تو ہیں اُمّتِ اجابت اور پوری دنیا ہے اُمّت دعوت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ۔ اب پوری دنیا میں وہ تبدیلی کون برپا کریگا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّیین میں برپا فرمائی تھی ؟ آں جنابؐ تو جزیرہ نماعرب میں انقلاب کی تکمیل فرما کر اپنے خالقِ حقیقی کی طرف مراجعت فرما گئے ۔ اللّٰھم فی الرّفیق الاعلیٰ ۔ آں جنابؐ کا فیصلہ تھا کہ میں اس سے زیادہ دنیا میں رہنے کے لئے تیار نہیں ۔ آپ کو معلوم ہے کہ آں حضورؐ کی حدیث ہے کہ نبیوں اور رسولوں سے خود اللہ تعالےٰ کی طرف سے پہلے دریافت کرالیا جاتا ہے کہ آپ دنیا میں مزید رہنا چاہتے ہیں یا واپس تشریف لانا چاہتے ہیں ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ اختیار دیا گیا تھا کہ آپؐ چاہیں تو دنیا میں مزید قیام فرما سکتے ہیں ۔ آں حضورؐ نے مرضِ وفات کے دوران جو آخری خطبہ دیا تھا اس میں یہ بھی فرمایا تھا کہ " اللہ تعالےٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا کہ چاہے تو دنیا میں مزید قیام کرے اور چاہے تو وہ نعمتیں قبول کرلے جو اللہ کے پاس

ہیں۔ تو بندے نے ان نعمتوں کو ترجیح دی۔" حضورؐ کے اس ارشاد پر حضرت ابوبکرؓ رو پڑے۔ باقی لوگ حیران ہوئے کہ ابوبکرؓ کیوں رو رہے ہیں! یہ تو آں حضرتؐ کسی بندے کا واقعہ بیان فرما رہے ہیں۔۔ اس میں رونے کی کونسی بات ہے!! لیکن ابوبکرؓ مزاج شناس نبوّت تھے۔۔ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام اور رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔۔ وہؓ جان گئے کہ دراصل حضورؐ اپنا فیصلہ بتا رہے ہیں۔۔ بہرحال عرض کر رہا تھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کی موجودگی میں تو صرف عرب کی حد تک انقلابِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام کی تکمیل ہوئی تھی۔ آگے اس کام کو کون جاری رکھے گا! آخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ۔۔ یہ کام ہے جس کے لئے ہم اُمّت بنائے گئے۔ ہم پارٹی ہیں اللہ کی۔۔ ہم پارٹی ہیں محمدؐ کی صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارا مقصدِ وجود کیا ہے۔؟ وہ انقلاب پورے روئے ارضی پر برپا کرنا جو محمدؐ نے برپا کیا جزیرہ نمائے عرب میں صلی اللہ علیہ وسلم۔۔ یہی بات ہے جو سورہ بقرہ میں فرمائی: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ "اور اسی لئے ہم نے تمہیں بہترین اُمّت بنایا تاکہ تم گواہ ہو جاؤ نوعِ انسانی پر اور رسول گواہ ہو جائیں تم پر"۔ یہی بات نبی خاتم علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے حجۃ الوداع میں فرمائی۔ پہلے سوا لاکھ صحابہ کرامؓ کے مجمع سے دریافت فرمایا اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ۔ کیا میں نے تمہیں پہنچا دیا کہ نہیں!! اور مجمع نے بیک زبان جواب دیا: اِنَّا نَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَاَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ "بیشک ہم گواہ ہیں کہ آپؐ نے حقِ تبلیغ، حقِ امانت اور حقِ نصیحت ادا فرما دیا" اس کے بعد آں حضورؐ نے پہلے تو آسمان کی جانب نظریں اٹھائیں اور پھر انگشتِ مبارک سے تین مرتبہ آسمان کی طرف اور پھر مجمع کی طرف ارشارہ کرتے ہوئے فرمایا:۔ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ، اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ۔ اے اللہ تو بھی گواہ رہ۔ یہ اقرار کر رہے ہیں کہ میں نے تیرا دین ان تک پہنچا دیا۔ پھر سامنے موجود لوگوں سے، اُمّت سے فرمایا کہ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ۔ "پس پہنچائیں وہ جو یہاں موجود ہیں، ان کو جو یہاں موجود

نہیں ہیں — میرا کام ختم ہوا میں نے اللہ کا دین تم تک پہنچا دیا۔ میں فارغ ہوا۔
اب تمہیں اللہ کا دین پہنچانا ہے۔ ہر ہر فردِ نوعِ بشر کو جو یہاں موجود نہیں ہیں
— میں نے تمہارے اس ملک اور اس خطۂ زمین پر اللہ کا دین غالب کر دیا ہے
اب تمہیں اس کو غالب کرنا ہے پورے کرۂ ارضی پر — اب ظاہر بات ہے کہ
اس کام کے لئے جو آلہ محمدؐ کے پاس تھا صلی اللہ علیہ وسلم۔ وہ ہمارے ہاتھ میں
بھی تو ہونا چاہیے۔ وہ آلہ اور ذریعہ جس سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے انقلاب
برپا فرمایا وہ ہمیں عنایت نہ فرماتے اور انقلاب برپا کرنے کی ذمہ داری ہم پر
عاید فرما جاتے تو یہ بڑی ناانصافی ہوتی — آں حضورؐ کا وہ آلہ کیا تھا! قرآن مجید۔
لہذا اسی خطبے میں آں حضرتؐ فرماتے ہیں: وَقَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنِ
اعْتَصَمْتُمْ بِهِ فَلَنْ تَضِلُّوا أَبَدًا: كِتَابَ اللهِ "اور میں یقیناً
تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں جس کا سرشتہ اگر تم مضبوطی سے
تھامے رہو گے تو تم ابدالآباد تک گمراہ نہ ہو سکو گے۔ اور وہ چیز ہے کتاب اللہ"
— آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنی بڑی اور بھاری ذمہ داری امت کے
سپرد فرما کر اس دنیا سے تشریف لے گئے تو ہم کو بے یار و مددگار چھوڑ کر نہیں گئے۔
بلکہ ہمیں وہ آلہ انقلاب اور ذریعہ انقلاب عطا فرما کر اس دنیا سے تشریف لے
گئے ہیں کہ اگر ہم اس کا اعتصام کریں۔ اس کا اتباع کریں۔ اس کے مطابق
اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی استوار کریں۔ اس کی تبلیغ کریں تو ایک طرف
ہم گمراہی سے محفوظ رہ سکیں گے تو دوسری طرف دنیا کو حق کی دعوت دے سکیں گے۔

اب پھر سورۂ جمعہ کی طرف آجائیے۔ اس میں انتباہ اور خبردار کر دیا گیا
کہ تم سے پہلے بھی ایک امتِ مسلمہ اٹھائی گئی تھی۔ تاریخ میں یہ واقعہ پہلے بھی
ہو چکا ہے جیسے ہم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید دیا ہے۔ ایسے
ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی تھی۔ جیسے آج ہمارے یہ آخری رسول
صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں قرآن حکیم دے کر تم سے رخصت ہو رہے ہیں۔ اسی طریقے
سے تورات اپنی امت کے حوالے کر کے حضرت موسیٰ اپنی امت سے رخصت ہوئے
تھے۔ تورات کے ساتھ یہودیوں نے جو سلوک کیا کہیں تم وہی سلوک قرآن مجید کے

ساتھ نہ کر بیٹھنا۔ چنانچہ فرمایا: مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ "مثال ان لوگوں کی جنہیں تورات کا حامل بنایا گیا تھا۔ مگر انہوں نے اس کی ذمہ داری کو ادا نہ کیا اُس گدھے کی سی ہے جس پر کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہو۔ اس سے بھی بُری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا۔ ان کی تکذیب کی۔" یہاں گدھے کی مثال بڑی ثقیل مثال ہے۔ انسان کے ذوقِ لطیف پر گراں گزرتی ہے۔ لیکن یہ اللہ کا کلام ہے یہ ایک عظیم مقصد کے لئے تمثیل لائی گئی ہے تاکہ ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جائیں کہ جیسے حاملِ تورات گدھے کی مثل ہو سکتے تھے ایسے ہی حاملِ قرآن بھی ہو سکتے ہیں۔ گدھے کی پیٹھ پر اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیمات کی کتابیں لدی ہوں تو ان سے یہ گدھا کوئی استفادہ نہیں کر سکتا۔ پس معلوم ہوا کہ حاملِ کتاب ہوتے ہوئے بھی اس کتاب کے تقاضوں کو پورا نہ کرنا بالکل ایسا ہی ہے ـــ جیسے گدھے پر کتابیں لدی ہوں ـــ یہی بات ایک دوسرے اسلوب سے فرمائی خاتم النبیّین والمرسلین جناب محمد صلے اللہ علیہ وسلّم نے :- يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ لَا تَتَوَسَّدُوا الْقُرْآنَ ـ "اے قرآن والو! ـ قرآن کو تکیہ نہ بنا لینا۔" یعنی صرف ایک ذہنی سہارا کہ ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے۔ ہم حاملِ کتابِ الٰہی ہیں۔ اور تکیہ ہوتا ہے پیٹھ کے پیچھے۔ لہذا فرمایا لَا تَتَوَسَّدُوا الْقُرْآنَ۔ اس قرآن کو کہیں پیٹھ کے پیچھے نہ پھینک دینا۔ یہی بات قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے بایں الفاظ مبارکہ فرمائی :- نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِهِمْ ـ جیسے انہوں نے اللہ کی کتاب کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا تھا کہیں تم ایسا نہ کر بیٹھنا۔ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ لَا تَتَوَسَّدُوا الْقُرْآنَ ـ اے قرآن والو قرآن کو محض ایک ذہنی سہارا اور تکیہ نہ بنا لینا۔ بلکہ وَاتْلُوْهُ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ فِيْ اٰنَاۗءِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ـ "اس کی تلاوت کرو جیسے اس کی تلاوت کا حق ہے، رات کے اوقات میں بھی اور دن کے اوقات میں بھی۔" وَافْشُوْهُ

اور اس کو عام کرو۔ اس کو پھیلاؤ۔ چہار دانگ عالم کو اس کے نور سے منوّر کر دو۔ تم میں سے ہر ایک مبلّغِ قرآن بن جائے۔ تم میں سے ہر ایک داعی قرآن بن جائے۔ اسی لئے فرمایا:۔ بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَةً۔ "پہنچاؤ میری جانب سے چاہے ایک ہی آیت پہنچاؤ۔" ہر کوئی اُمتی بھی اس شے سے محروم نہ رہ جائے۔ یہ نہیں کہ قرآن کا مکمل عالم ہو تو آگے پہنچائے۔ اگر ایک آیت سمجھ میں آگئی ہے تو اسی کو پہنچاؤ۔ اسی کو پھیلاؤ۔ ایک سورۃ یاد ہے تو اُسی کو دوسروں کو یاد کراؤ۔ ہر اُمتی اس کام میں لگ جائے۔ وَافْشُوْهُ اس قرآن کو عام کرو۔ وَتَغَنَّوْهُ "اور اس کو خوش الحانی سے پڑھو۔ اس سے محظوظ ہو۔" اس کے ایک دوسرے معنی بھی ہو سکتے ہیں، وہ یہ کہ اس قرآن کو پڑھ کر ہر چیز سے مستغنی ہو جاؤ۔ تمہیں دولت کی حرص نہ رہے۔ تمہیں شہرت کی کوئی طلب نہ رہے۔ اگر قرآن تمہارے پاس ہے تو اس سے بڑھ کر دولت اور کوئی نہیں۔ سورہ حجر میں یہی بات اللہ تعالیٰ نے آں حضورؐ سے فرمائی: لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهٖ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ۔ "(اے محمدؐ!) ہم نے دوسروں کو جو دولت و ثروت، وجاہت اور جو دنیوی حیثیت دی ہوئی ہے آپ کی نگاہ ان چیزوں کی طرف نہ اُٹھے"۔ ہم نے آپ کو بہت بڑی دولت عطا کی ہے:۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ہم نے آپ کو سات ایسی آیتیں (سورہ فاتحہ) عطا کی ہیں جو بار بار دُہرائے جانے کے لائق ہیں اور آپ کو قرآن عظیم عطا فرمایا ہے۔ اس سے بڑا خزانہ دنیا میں ممکن نہیں ہے جو اے نبیؐ ہم نے آپ کو عطا کیا ہے۔" چنانچہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کو تعلیم فرماتے ہیں:۔ وَتَغَنَّوْهُ قرآن کی دولت تم کو ہر چیز سے مستغنی کر دے۔ آگے حضورؐ فرماتے ہیں۔ وَتَدَبَّرُوْا فِيْهِ۔ "اور اس قرآن میں تدبر کرو۔ غور و فکر کرو۔ سوچ بچار کرو۔" یہی بات قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بایں الفاظ فرمائی لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا اللہ کی آیات پر اندھے اور بہرے بن کر نہ گرو بلکہ آنکھیں کھول کر کان کھول کر اپنی عقل و دانش کے دریچے کھول کر اپنے قلب کے دروازے کھول کر اس

قرآن مجید کو پڑھو اس پہ تدبر کرو - اس کے انوار کو اپنی رُوح میں جذب کرو-
اس کی ہدایت و رہنمائی کو اپنے اذہان میں نقش کرو - اس کے الفاظ کو اپنے
حافظے میں محفوظ کرو - یہ قرآن تمہارے رگ و پے اور تمہاری جان میں سرایت
کر جائے - یہی ہے اسلامی انقلاب کا طریق کار - جب یہ قرآن کسی کے اندر
اتر جاتا ہے تو باطن کی دنیا میں انقلاب آجاتا ہے یہ اندر کا انقلاب ہی اصل
انقلاب ہے - اسی سے ظاہر و باہر میں بھی انقلاب آتا ہے - زبردستی
باہر سے ٹھونسی ہوئی تبدیلی ناپائیدار ہوتی ہے - اس مفہوم کو علامہ اقبال
مرحوم نے بڑی خوبصورتی اور پُر تاثیر انداز میں بیان کیا ہے کہتے ہیں ؎

چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود — جاں چو دیگر شد جہاں دیگر شود

جس شخص کے اندر قرآن حکیم کی معجز نمائی کے ذریعے تبدیلی آگئی اس شخص کیلئے
تو پورا عالم بدل گیا - اس کے لئے زمین اور زمین ہے اور آسمان اور آسمان ہے
یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ - اس کی اقدار اور
ہیں - اور اسی اندرونی تبدیلی سے عالمی انقلاب برپا کئے جانے کی سعی و جہد کی
امید کی جا سکتی ہے - لہٰذا جب تک یہ اندرونی تبدیلی نہیں ہوگی، قلب ماہیت
نہیں ہوگی، فکر و نظر اور ذہن و شعور میں قرآن کے ذریعے تبدیلی نہیں آئے
گی اس وقت تک عمل و کردار اور اخلاق میں کوئی مستقل اور پائیدار تبدیلی
ممکن نہیں ہے -

اب آخری بات عرض کردوں جو حکمت جمعہ سے متعلق ہے - جس کا حکم دوسرے
رکوع کے آغاز میں آیا ہے - جمعہ کے اس حکم کی حکمت و عظمت کیوں ہے
کہ تاکیدی حکم دیا جا رہا ہے کہ یا یھا الذین اٰمنوا اذا نودی للصلوٰۃ
من یوم الجمعۃ فاسعوا الیٰ ذکر اللّٰہ وذروا البیع - اس کی اتنی
اہمیت کیوں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مسلمان بغیر
کسی عذرِ شرعی کے تین جمعے ترک کر دے تو : لَیَخْتِمَنَّ اللّٰہُ عَلٰی قَلْبِہٖ
"اللہ تعالےٰ اس کے دل پر لازماً مہر کر دے گا" یہ مہر کر دینے کا معاملہ ہوتا
ہے کفار کے ساتھ - جیسا کہ سورہ بقرہ میں فرمایا : ختم اللّٰہ علیٰ قلوبھم

وعلیٰ سمعھم وعلیٰ ابصارھم غشاوۃ - آں حضورؐ ارشاد فرما رہے ہیں کہ یہ سزا ہے اس مسلمان کے لئے جو بلا عذر شرعی تین جمعے ترک کر دے - یہ شان اور عظمت ہے جمعہ کی — جمعہ کے لئے غسل کرنے پر زور دیا - صاف اور اجلے کپڑے پہننے پر زور دیا - عطر لگا کر جمعہ ادا کرنے کے لئے مسجد میں آنے کی ترغیب دی - خوشبو اور تر و تازگی کا ماحول ہو - مسلمان اس پاکیزہ فضا میں جامع مسجد میں جمع ہوں - آپ خود سوچئے ایسا بڑا ہفتہ وار اجتماع کیا کوئی سیاسی جماعت منعقد کر سکتی ہے ! سیاسی جماعتوں کو اپنے عام جلسوں کے انعقاد کے لئے کتنے کھکھیڑ مول لینے ہوں گے - کتنے پوسٹر شائع کرنے ہوں گے - کتنے پبلسٹی کے ذرائع استعمال کرنے پڑیں گے - تب بھی اتنی تعداد جمع ہونی مشکل ہوگی جو ہر جمعہ کو بڑی تعداد میں جامع مساجد میں لوگ از خود کھنچے چلے آتے ہیں - گویا کچے دھاگے سے بندھے چلے آ رہے ہیں - اس لئے کہ یہ نظام محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمایا ہے — یہ جمعہ درحقیقت قرآن مجید کی تعلیم بالغان کا نظام ہے - یہ جو انقلابی پارٹی ہے اُمتِ محمد علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام - جس کا انقلابی نظریہ ہے قرآن - جس کا ابدی و دائمی لٹریچر بھی یہی قرآن حکیم ہے - آپ نے یہ لفظ سنا ہوگا کہ یہ فلاں پارٹی کا لٹریچر ہے - وہ فلاں پارٹی کا لٹریچر ہے - گویا ہر انقلابی پارٹی کے بنیادی نظریے و تصور پر مبنی اس کا اساسی لٹریچر ہوتا ہے اور اس کا مطالعہ بھی ضروری ہوتا ہے - حزب اللہ (اللہ کی پارٹی) کا دائمی لٹریچر ہے قرآن مجید - اور جیسے ہر انقلابی پارٹی ہفتہ وار اپنے اجتماعات منعقد کرتی ہے - یہ جمعہ اسلامی انقلابی جماعت حزب اللہ کا ہفتہ وار اجتماع ہے - اس میں کرنے کا کام یہ ہے کہ اپنے دائمی و ابدی لٹریچر قرآن حکیم سے ہدایات اور رہنمائی حاصل کرو - ان کو ذہن و شعور میں تازہ کرو - اپنے نظریات یعنی ایمانیات میں کسی سبب سے کوئی ضعف پیدا ہو گیا ہو تو اُسے دُور کرو - تمہارا ایمان باللہ، ایمان بالآخرہ اور ایمان بالرسالت پھر جلا پائے - دل میں ایمان کی چنگاری پھر فروزاں ہو - تمہارے سامنے اپنا مقصد پھر واضح ہو جائے - تمہیں یاد دہانی حاصل ہو کہ تمہیں کس لئے برپا کیا گیا

ہے! تمہارا مقصدِ زندگی کیا ہے! یہ یاد دہانی ہی دراصل خطبہ جمعہ کا اصل مقصود ومطلوب ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ خطبہ جمعہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو یاد دہانی فرمایا کرتے تھے۔ اور یاد دہانی کس ذریعے سے فرمائیں گے؟ وہی قرآن مجید ــ چنانچہ سورۃ ق کی آخری آیت کیا ہے! یہ کہ : فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ ؕ۔ "اے نبیؐ! تذکیر کرائیے قرآن سے اس کو جو اللہ کی پکڑ سے ڈرتا ہو۔" یہی بات صحیح مسلم میں روایت ہوئی ہے کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ جمعہ میں قرآن مجید کی تلاوت اور لوگوں کو تذکیر فرمایا کرتے تھے
كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَءُ الْقُرْآنَ وَيُذَكِّرُ النَّاسَ ــ اصل میں جمعہ اور خطبہ جمعہ کی غرض و غایت یہ ہے کہ مسلمان بڑے ہی پاکیزہ ماحول میں جمع ہوں۔ اہتمام کے ساتھ آئیں۔ پسینے کی بدبو سے محفوظ اور خوشبو سے معطر فضا ہو۔ حاضرین کے اعصاب بھی تر و تازہ ہوں اور اس ماحول میں کوئی نائب رسول منبر رسول پر کھڑا ہو کر وہی عمل کرے۔ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ؕ۔

میری اس مختصر سی گفتگو سے آپ پوری سورہ جمعہ کے مضامین کو سمجھیے کہ کتنی مربوط ہے یہ سورتِ مبارکہ ــ کہاں سے بات شروع ہوئی! اس سے کہ جنابِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلامی انقلاب کا اساسی منہاج کیا ہے؟! اس کا محور و مرکز ( AXIS ) کیا ہے؟ قرآن! نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم امت کو قرآن مجید دے کر اس دنیا سے تشریف لے گئے ہیں۔ اللہ کی اس کتاب کے ساتھ وہ معاملہ نہ کرنا جو یہودیوں نے تورات کے ساتھ کیا تھا ــ اور شریعتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے ایک نظام قائم کر دیا ہے وہ یہ کہ ہفتہ میں ایک دن ہے جمعہ کا مبارک دن اس میں نہا دھو کر اور تر و تازہ ہو کر جمع ہو جاؤ اور کوئی نائب رسول منبر رسول پر کھڑا ہو کر اسی سُنّتِ رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو دوام عطا کرے کہ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ؕ

اب اگر یہ کام نہیں ہو رہا ہے تو یہ ہماری بدقسمتی ہے ۔ عمارت ہے لیکن اس کا جو اصل مقصد تھا بدقسمتی سے وہ نگاہوں سے اُوجھل ہو گیا ۔ وہ رسم بن کر رہ گیا ع رہ گئی رسمِ اذاں رُوحِ بلالیؓ نہ رہی ۔ بس اجتماع جمعہ کا اصل مقصد یہ ہے کہ خطبہ جمعہ میں تعلیم قرآن ہو اور اس کے ذریعے تذکیر یعنی یاد دہانی ہو۔ مسلمانوں کے اذہان میں ان کا نظریہ تازہ ہو جاتے ۔ مسلمانوں کو ان کا مقصدِ حیات و وجود ہر ہفتہ یاد دلایا جاتا رہے ۔ لیکن آج صورتِ حال دگرگوں ہے ۔ آج ہم عربی سے ناواقف ہیں لہٰذا ہمیں معلوم ہی نہیں ہوتا کہ خطیب نے خطبے میں کیا پڑھا ہے ۔ خطبہ سے قبل تقریر کا جو سلسلہ ہمارے ہاں رائج ہے یا جہاں اردو ہی میں خطبہ ہوتا ہے وہاں بھی معاملہ یہ ہے کہ زیادہ تر فقہی اختلافات کا ذکر ہوتا ہے یا سیاسی معاملات کا ۔۔ قرآن وسُنّت سے تذکیر ہوتی ہے تو وہ برائے بیت یا آٹے میں نمک کے بقدر ۔ اِلّا مَا شَاءَ اللّٰہ ۔۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ خطبات جمعہ ہماری اصلاح و تربیت کے لئے نمایاں کردار ادا کر سکتے ہیں ۔ اور اسی تذکیر کے لئے ہمارے دین میں جمعہ کا نظام مقرر کیا گیا ہے ۔ اس کی اصل غرض و غایت یہی ہے ۔

جہاں تک میرا تعلق ہے تو قرآن کے پیغام کو عام کرنے اور اسی کی طرف دعوت دینے کے لئے پندرہ سولہ سال سے میں نے اپنی حقیر سی خدمات وقف کر رکھی ہیں ۔ میری زندگی میں اس کے سوا کوئی امنگ اور تمنّا باقی نہیں رہی ۔ حضرت مجذوب کے مشہور شعر کا پہلا مصرع میرے حال پر ضرور صادق ہے کہ ع ہر تمنّا دل سے رخصت ہو گئی ۔۔ اب جو تمنا ہے وہ اس قرآن مجید کے پڑھنے اور پڑھانے کی اور سیکھنے اور سکھانے کی ، دعوت و تبلیغ کی ہی تمنّا ہے ۔۔ وہی عمل اُمّت میں دائم ہو جائے اور یہ صورتِ حال نہ رہے جس کی جوابِ شکوہ میں علاّمہ اقبال مرحوم نے یوں تصویر کشی کی ہے ؂

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر — اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

اس مختصر سے وقت میں میں نے سُورہ جمعہ کے مضامین کے اہم نکات بیان کرنے کی کوشش کی ہے مجھے احساس ہے اور اس کا اعتراف بھی کہ ایک آیت

کا بھی حق ادا نہ ہو سکا - اب دو دن تک بعدِ نماز مغرب تا عشاء سُورۃ حج کے آخری رکوع کی چھ آیات کا درس ہوگا ان کو کسی درجے میں سمجھ لیجئے - کیا عجب کہ زندگیوں میں ایک انقلاب پیدا ہو جائے - زندگی کا رُخ تبدیل ہو جائے - اسی قرآن نے لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب برپا کیا تھا - اور ان کے رُخ بدل دیئے تھے - اسی قرآن کے ذریعے لوگ کہاں سے کہاں پہنچے ! ع دگرگوں کرد تقدیر عمرؓ را - یہ سورہ طٰہٰ کی چند آیات ہی کی معجز نمائی تھی جس نے عمرؓ کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا - رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ - ڈاکوؤں کے قبیلے کے سردار ابوذر غفاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ اسی قرآن کی تعلیمات کی بدولت اس مقام پر پہنچے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انؓ کی منقبت میں فرمایا کہ "تم میں سے جو شخص عیسٰی (علیہ السلام) کا زہد اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہے وہ میرے اس ساتھی ابوذرؓ کو دیکھ لے" (او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اس بات کو علامہ اقبال نے یوں ادا کیا ع رہزناں از حفظ اُو رہبر شدند - اس کتاب اللہ کے طفیل جو رہزن تھے وہ رہبر بن گئے - جو اُمّی تھے، اَن پڑھ تھے وہ دنیا کے لئے معلم بن گئے - جو زانی و شرابی تھے وہ عصمتوں کے محافظ اور مکارمِ اخلاق کے علمبردار بن گئے جس کتاب نے یہ صالح انقلاب دنیا میں برپا کیا اس کتاب کی چھ آیات دو دنوں میں بیان کرنے کی کوشش کروں گا - کوئی انسان بھی قرآن مجید کے بیان کا حق ادا نہیں کر سکتا - لیکن جس میں جتنی صلاحیت ہو وہ اس کام میں لگائے -

سُورہ رحمٰن کے آغاز ہی میں یہ تعلیم موجود ہے - فرمایا: اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ہ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ہ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ ہ رحمان کی رحمتِ بے پایاں کا سب سے بڑا مظہر قرآن ہے - اس کی خلاقی کا نقطۂ عروج انسان ہے - انسان کی صلاحیتوں اور استعدادات میں چوٹی کی صلاحیت و استعداد قوتِ بیان ہے - اب نتیجہ نکال لیجئے کہ قوتِ بیان کا صحیح مصرف قرآن کا بیان ہے - اس بات کو ایک حدیث نبویؐ سے بھی جان لیجئے جس کے راوی ہیں حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور جس کی صحت پر امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ دونوں متفق ہیں - آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خَیْرُکُمْ

مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہٗ ۔ "تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن سیکھتے اور سکھاتے ہیں ۔"

لہٰذا میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ سُورہ حج کی آخری چھ آیات کو سمجھنے کے لئے آج اور کل تشریف لائیے ۔ جتنا میرے امکان میں ہے اتنا میں ان کو بیان کرنے کی کوشش کروں گا ۔ کیا عجب کہ کوئی بات ایسی دل میں اتر جائے کہ انسان میں عمل کا داعیہ بیدار ہو جائے ۔ اس شعر کے مصداق کہ ؎ حُسنِ مُبہم کے اک تصوّر پر ـــ ساری ہستی مٹائی جاتی ہے ـــ آپ سوچیے تو سہی ایک کمیونسٹ ہے جس کے ذہن میں کمیونزم کی ایک خیالی سی جنّت ہے ۔ اس کے لئے وہ جان، مال اور اولاد ۔ اپنا کیریئر اپنا مستقبل ان تمام چیزوں کو داؤں پر لگا دیتا ہے ۔ حالانکہ وہ "حسنِ مبہم" ہے ۔ یقینی بات موجود نہیں ۔ لیکن ہمارے پاس اللہ کی کتاب اور اللہ کا دین ہے پھر بھی ہم اس کے لئے کچھ کرنے کو تیار نہیں ؎ زندگی ترکِ آرزو کے بعد ۔ کیسے سانسوں میں ڈھالی جاتی ہے ـــ اگر یہ امنگ نہیں ہے تو یہ زندگی نہیں ہے محض سانسوں کی آمد و رفت ہے ۔ حیوانی سطح پر زندگی بسر ہو رہی ہے ۔ زندگی تو وہ ہے جو اللہ کے ساتھ لو لگا کر اللہ کے دین کو دنیا میں غالب کرنے کا نصبُ العین اختیار کر کے اپنی صلاحیتوں اور توانائیوں کو اس مقصد کے لئے کھپانے کے عزمِ مصمّم کے ساتھ گزاری جائے ؎

بیا تا کارِ ایں اُمّتِ بسازیم　　قمارِ زندگی مردانہ بازیم
چناں نالیم اندر مسجدِ شہر　　دلے در سینۂ ملّا گدازیم

کاش ہمارے دِلوں میں ان حقائق کا فہم پیدا ہو جائے اور اس کے لئے ہم اپنی زندگیوں کے رُخ کو تبدیل کرنے کی بارگاہِ ایزدی سے توفیق پائیں ۔

اَللّٰھم ارحمنا بالقرآن العظیم واجعلہ لنا اماماً ونوراً و ھُدیً ورحمۃ اللّٰھم ذکّرنا منہ ما نسینا وعلّمنا منہ ما جھلنا وارزقنا تلاوتہٗ آناءَ اللّیل واطراف النھار واجعلہ لنا حجۃً یا ربّ العٰلمین ۔ آمین ۔

## سلسلہ تقاریر رسول کامل صلے اللہ علیہ وسلم ۶

# اندرونِ عرب انقلابِ نبوی کی تکمیل

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ؕ اما بعد
فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۔ صدق اللہ العظیم

دار الہجرت یعنی مدینہ منورہ میں نبی اکرمؐ کے ورودِ مسعود کی تاریخ ۸ ربیع الاوّل ۱۳ نبوی ہے۔ جو سن عیسوی کے مطابق ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء قرار پاتی ہے۔ یہ سمجھنا بہت بڑی غلطی ہے کہ ہجرت کے نتیجے میں نبی اکرمؐ یا صحابہ کرامؓ کو کوئی گوشۂ عافیت میسر آگیا تھا۔ واقعہ اس کے بالکل برعکس یہ ہے کہ ہجرت کے بعد سے نبی اکرمؐ کی جدوجہد شدید تر مراحل میں داخل ہوئی۔ آپؐ کی حیاتِ طیبہ کے ہجرت کے بعد کے دس سال میں واقعہ یہ ہے کہ ایک بھرپور ہمہ جہتی اور ایک مکمل انقلابی جدوجہد اپنے تمام اطراف و جوانب اور تقاضوں کے ساتھ نظر آتی ہے۔ چنانچہ مدینہ منوّرہ تشریف لانے کے بعد آپ کی جدوجہد کے تین اہم گوشے ہمارے نگاہوں کے سامنے آتے ہیں۔

سب سے پہلے یہ کہ آپ کا مثبت کام، جو قرآن حکیم کی اس آیت میں واضح کیا گیا کہ:
يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ
کے حدود وسیع تر ہو گئے۔ چنانچہ ایک جانب ایک آزاد مسلمان معاشرہ جو اللہ تعالٰی نے آپ کو عطا فرما دیا اُس کی تطہیرِ افکار اور تعمیرِ کردار کا فریضۂ منصبی ہے۔ جو بجائے خود ایک سخت مشکل اور صبر آزما کام ہے۔ دوسری طرف آپؐ کی دعوت و تبلیغ کی حدود کی توسیع ہے جس کے نتیجے میں ایک نئی ضرورت سامنے آئی کہ

ایسے لوگوں کی ایک جماعت تیار کی جائے جو نبی اکرمؐ کی صحبت سے اِس درجے فیض یافتہ ہُوں اور تعلیم و تربیت نبوی سے اس درجہ حصہ پا چکے ہوں کہ پھر اُنہیں عرب کے اطراف وجوانب میں پیغام محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی نشر واشاعت کے لئے بھیجا جا سکے - چنانچہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ان دونوں کاموں کے لئے حضورؐ نے مدینہ منورہ تشریف لاتے ہی سب سے پہلے قبا میں مسجد تعمیر فرمائی اور پھر مدینے کے مرکز میں مسجدِ نبویؐ کی تعمیر کا آغاز فرمایا - یہ گویا کہ عملی تفسیر ہے اُس آیہ مبارکہ کی جو سورۂ حج میں اِذنِ قتال والی آیت کے فوراً بعد آتی ہے کہ :

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِؕ

گویا یہ وُہ فرضِ منصبی ہے کہ جس کی جانب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمہ تن متوجہ ہو گئے - دُوسری جانب مدینہ منورہ میں جو ایک آزاد مسلمان حکومت قائم ہوئی جو ابتداءً تو ایک چھوٹی سی شہری ریاست تھی - لیکن جسے حضورؐ کی حیاتِ طیبہ ہی کے دوران عرب کے اطراف وجوانب تک وسیع ہونا تھا اور جسے آئندہ ایک عالمی اسلامی ریاست کے لئے پیش خیمہ اور نمونہ بننا تھا جس کے ضمن میں واقعہ یہ ہے کہ نبی اکرمؐ کے تدبر اور حُسنِ تدبیر، معاملہ فہمی، پیش بینی اور آپؐ کے حُسنِ انتظام کے جو مظاہر سامنے آتے ہیں ، آں جنابؐ کے تمام سیرت نگار خواہ وہ آپؐ کے ماننے والے ہوں یا آپؐ کی رسالت کے منکر ہوں اور یہ انکار دشمنی کی حدود تک پہنچ گیا ہو سب نے اس کا اعتراف کیا ہے اور کُھلے دِل کے ساتھ کیا ہے - چنانچہ منٹگمری واٹ نبی اکرمؐ کے حُسنِ تدبیر کو جن شاندار الفاظ میں خراجِ تحسین ادا کرتا ہے واقعہ یہ ہے کہ شاید ہی نسل آدم کے کسی اور شخص کے لئے ان الفاظ کو استعمال کیا گیا ہو - اسی ضمن میں نبی اکرمؐ نے کمال حُسنِ تدبیر سے کام لیتے ہوئے سب سے پہلے یہود کے تینوں قبیلوں سے معاہدے کر لئے اور انہیں اُس قول و قرار میں جکڑ لیا جن کی بنا پر وہ کبھی بھی نبی اکرمؐ کی مخالفت سامنے آ کر نہ کر سکیں - ایک دُوسرا عنصر جو مدینہ منورہ کی چھوٹی سی اسلامی ریاست اور چھوٹے سے اسلامی معاشرے میں یہود ہی کے زیرِ اثر پروان چڑھ رہا تھا - وُہ منافقین کا گروہ تھا - اُن کی ریشہ دانیاں

تھیں ۔ یہ مارِ آستین تھے ۔ جو اندر سے حملے کرتے تھے ۔ نبی اکرمؐ ایک طرف اپنے مثبت کام میں مصروف ہیں جو دعوت اور تربیت اور تعلیم و تزکیہ کا کام ہے ۔ دوسری طرف مدینہ ہی کے اندر یہود اور منافقین کی سازشوں سے عہدہ برآ ہو رہے ہیں اور تیسری طرف سے آپ کا اصل محاذ جس کی جانب ارشاد ہوا اس آیہ مبارکہ میں جس سے آج گفتگو کا آغاز ہوا تھا ۔

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ

جزیرہ نمائے عرب میں اللہ کے دین کو عملاً نافذ کرنے کے لئے ضروری تھا اب آں حضرتؐ کی جانب سے بھی اقدام ہو ۔ قتال کا مرحلہ شروع ہو رہا ہے اس سلسلے میں سب سے پہلے قریش حملہ آور ہوتے ہیں اور ایک ہزار کا لشکر جرار آتا ہے ۔ ۲ھ میں نبی اکرمؐ مجلسِ مشاورت منعقد فرماتے ہیں کہ ایک طرف تو شام سے قافلہ آرہا ہے جو مالِ تجارت سے لدا پھندا ہے اور اس کی حفاظت کے لئے صرف ۱۵۰ اشخاص ہیں ۔ دوسری طرف ایک لشکر ہے جو مکہ سے چلا آرہا ہے ۔ اب لوگو مشورہ دو ہمیں کدھر کا قصد کرنا چاہیے ۔ یہ اصل میں آپ نے ایک انتہائی ماہر سپہ سالار کی حیثیت سے اپنے ساتھیوں کے حوصلے ( MORALE ) کا اندازہ کرنے کی تدبیر فرمائی تھی ۔

بعض حضرات نے برنبائے طبع بشری اس خیال کا اظہار کیا کہ ہمیں پہلے قافلے کا رُخ اختیار کرنا چاہیئے لیکن صحابہ کرامؓ میں سے وہ لوگ جو نبی اکرمؐ کے مزاج شناس تھے اُنہوں نے یہ بھانپ لیا کہ حضورؐ کا قصد کدھر ہے ۔ چنانچہ جان نثارں کی تقریریں ہوئیں حضرتِ مقدادؓ نے عرض کیا حضورؐ ہمیں آپ اصحاب موسیٰؑ پر قیاس نہ فرمائیں جنہوں نے حضرتِ موسیٰؑ کو یہ کورا جواب دے دیا تھا کہ :

اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ ۔

آپ اللہ کا نام لیکر جدھر بھی آپ کا ارادہ ہو قصد فرمائیں ۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمارے ذریعے سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرمائے ۔ حضورؐ کو خاص طور پر انصار کی طرف سے ان کی رائے کا انتظار تھا ۔ چنانچہ اس کو بھانپ کر حضرتِ سعد ابن عبادہؓ رئیس خزرج کھڑے ہوئے اور اُنہوں نے عرض کیا کہ

حضورؐ: اِنَّا اٰمَنَّا بِکَ وَصَدَّقْنَاکَ ۔
ہم آپؐ پر ایمان لاچکے ہیں ۔ ہم نے آپؐ کی تصدیق کی ہے اب ہمارے لئے کونسا اختیار رہ گیا ۔ آپؐ کا جدھر کا بھی ارادہ ہو بسم اللہ کیجیئے ۔ اگر آپ ہمیں برک الغماد تک جانے کا حکم دیں گے تو ہم جائیں گے اور انشاء اللہ ہم اس سے گریز نہ کرینگے ۔ آپ سمندر میں چھلانگ لگانے کے لئے فرمائیں تو ہم دریغ نہیں کریں گے ۔ یہ تھے جانثاران محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلّم، رضوان اللہ علیہم اجمعین ۔
بدر کے میدان میں جنگ ہوئی ۔ ایک جانب ۳۱۳ کا بے سر و سامان اسلامی لشکر ہے جس کے ساتھ صرف دو گھوڑوں پر مشتمل رسالہ ہے اور دوسری جانب ایک ہزار کا لشکرِ جرّار غرقِ آہن ۔۔ لیکن اللہ نے فتح عطا فرمائی ۔ اور اُسکو یومُ الفرقان ، بنا دیا ۔ یہ فیصلے کا دن ہے ۔ آج معلوم ہو گیا کہ صداقت کس کے ساتھ ہے ۔ اللہ کی حمایت کسے حاصل ہے ۔ لیکن یہ فتح جو بدر میں اللہ نے عطا فرمائی اگلے ہی سال ایک دوسرے امتحان کی تمہید بن گئی ۔ ۳ھ میں پھر قریش نے حملہ کیا ۔ اس مرتبہ تین ہزار کا لشکرِ جرّار آیا ۔ اور اس بار مسلمانوں کو اپنی جماعت کے متعلق پہلی مرتبہ احساس ہوا کہ سب ہی مومنینِ صادقین نہیں ہیں بلکہ مارِ آستین بھی اب ایک اچھی خاصی تعداد میں اس مسلمان جماعت کے اندر شامل ہو چکے ہیں ۔ جنہیں منافقین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ۔ جنہوں نے بر وقت دغا دی ۔ عبداللہ ابن اُبَیّ کُل ایک ہزار نفری کے لشکر میں سے ۳۰۰ اشخاص کو لے کر واپس مدینے لوٹ گیا ۔ یہ جنگ جو دامنِ اُحد میں لڑی گئی اللہ تعالےٰ نے اسے اہل ایمان کے لئے ابتلاء و آزمائش اور اُن کی تربیت اور تزکیئے کا ایک بہت بڑا ذریعہ بنا دیا ۔ اس میں مسلمانوں کو اپنی ایک غلطی کی وجہ سے ابتداءً کسی قدر شکست سے بھی دوچار ہونا پڑا ۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے اپنے کمالِ فضل سے بالآخر مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی ۔ دو سال بعد غزوہ احزاب ہوتا ہے ۔ جو غزوہ خندق بھی کہلاتا ہے ۔ اب بارہ ہزار کا لشکرِ جرار مدینہ منورہ پر حملہ آور ہے ۔ بعض روایات میں تعداد اس سے بھی زائد آئی ہے ۔ محاصرہ ہوا ۔ حضرتِ سلمان فارسیؓ کے مشورے سے حضورؐ نے محصور ہو کر اور خندق کھود کر دفاع کرنے کی تجویز پر عمل کیا لیکن واقعہ یہ ہے کہ

یہ غزوہ اہلِ ایمان کے لئے بہت بڑا امتحان ثابت ہُوا ہے - اگرچہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کفار کے لشکر کی صورت میں جو آندھیاں آئی تھیں وہ اللہ کی بھیجی ہوئی آندھیوں سے ایسے ختم بھی ہو گئیں - لیکن اس کے دوران اہلِ ایمان کے ایمان کا پورا امتحان ہو گیا - اور اہلِ نفاق کا نفاق بھی پورے طور پر عیاں اور ظاہر ہو گیا۔
غزوہ خندق میں جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامیابی عطا فرمائی تو حضورؐ نے جن کا دستِ راست حالات کی نبض پر تھا — مسلمانوں کو یہ خبر دے دی تھی کہ یہ آخری بار ہے کہ قریش تم پر چڑھ کر آئے تھے - لَا تَغۡزُوۡکُمۡ قُرَیۡشٌ بَعۡدَ عَامِکُمۡ هٰذَا وَلٰکِنَّکُمۡ تَغۡزُوۡنَهُمۡ - اب اقدام (INITIATIVE) تمہارے ہاتھوں میں ہو گا - اب پیش قدمی تم کرو گے - چنانچہ ۶ھ میں اپنے ایک خواب سے بشارت پاکر اور یہ معلوم رہے کہ نبی کا خواب بھی وحی ہوتا ہے - نبی اکرمؐ نے عمرے کی نیت سے مکہ مکرّمہ کا سفر کیا جس کے نتیجے میں صلح حدیبیہ واقع ہوئی اگرچہ عمرہ اُس سال حضور نہ کر سکے وہ دوسرے سال ہوا - لیکن اس صلح حدیبیہ کو اللہ تعالیٰ نے فتحِ عظیم قرار دیا - اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا

حدیبیہ میں بظاہر احوال آنحضورؐ نے کچھ دب کر صلح کی تھی - لیکن واقعہ یہ ہے کہ حضورؐ کے تدبر کا یہ شاہکار ہے جس کی توثیق فرمائی وحیٔ آسمانی نے کہ یہ فتحِ مُبین ہے - اس لئے کہ اس کے بعد حضورؐ کو دو سال کا عرصہ ایسا ملا کہ جس میں گویا کہ قریش کے ہاتھ بندھ گئے تھے - کوئی مزاحمت اب میدان میں نہ تھی ایک طرف تو اس صلح نے پُورے عرب کے سامنے یہ بات روشن کر دی کہ قریش نے گویا کہ محمدؐ اور اُن کے ساتھیوں کو تسلیم کر لیا ہے - یہ گویا کہ ایک طرح کی Reco-gnition تھی - گویا مان لیا گیا تھا کہ اب آنحضورؐ اور مسلمان They are a power to reckon with اب اُن کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ چنانچہ پُورے عرب میں آنحضورؐ کی دھاک بیٹھ گئی دوسرے قریش کے ہاتھ بندھ گئے اور گویا کہ حضورؐ کے ہاتھ پوری طرح کھُل گئے آپؐ کا دعوتی اور تبلیغی سلسلہ پورے دو سالوں کے دَوران اپنے عروج کو پہنچ گیا - اصحاب صفہؓ کی وہ جماعت جو تعلیم و تربیت نبوی سے تیار ہو رہی تھی اُس کو بکثرت وفود کی شکل میں

تبلیغ کے لئے عرب کے کونے کونے تک بھیجا گیا - نتیجہ یہ ہُوا کہ دعوتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جنگل کی آگ کی طرح پُورے عرب میں پھیل گئی - اس صورتِ حال کو دیکھ کر اور کچھ قریش نے خود اپنی غلطی کو محسوس کر کے انہوں نے ایک عاجلانہ اقدام کے ذریعے صلح کو ختم کر دیا اس کے بعد اُن کے مدبر رہنما ابو سفیان جو اُس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے ، انہوں نے اگرچہ حالات کے رُخ کو پہچان کر پوری کوشش کی کہ اس صلح کی تجدید ہو جائے - لیکن نبی اکرمؐ کا دستِ مبارک جس طرح حالات کی نبض کو ٹٹول رہا تھا - اُس لیے یہ بات آپؐ کے سامنے بالکل عیاں تھی کہ اب کسی صلح کا دوبارہ کرنا گویا کفر اور شرک کو ایک Fresh release of Existence دینا ہے لہذا آپ نے صلح کی اس کوشش کو قبول نہیں فرمایا - اور آپ نے ۸ھ میں دس ہزار جان نثار صحابہ کرامؓ کی معیت میں مکّے کی طرف پیش قدمی کی اور اللہ تعالےٰ نے نبی اکرمؐ کو ایک فاتح کی حیثیت سے اُس شہر میں کُل آٹھ سال کے اندر اندر داخل کر دیا - جہاں سے آٹھ سال قبل آنحضورؐ اپنی جان بمشکل بچا کر نکل سکے تھے - ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ

فتح مکہ کے فوراً بعد طائف کے قبائل کی طرف سے ایک آخری کوشش ہوئی - اس کو یہ سمجھا جانا چاہیئے کہ عرب میں کفر اور شرک کی طرف سے یہ آخری ہچکی تھی - غزوہ حُنین کی شکل میں یہ مقابلہ ہُوا ابتداً وہاں مسلمانوں کو اپنی کثرتِ تعداد کی بیش نظر جو کچھ زعم ہو گیا تھا اُس کی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے اُنہیں کچھ سبق پڑھانے کے لئے شکست سے دوچار کیا لیکن بالآخر نبی اکرمؐ کی شجاعت نے رُخ پھیر دیا جو اس وقت انتہائی شان کے ساتھ اس طرح ظاہر ہوئی کہ آپؐ اپنی سواری سے اُترے آپؐ نے عَلَم اپنے ہاتھ میں لیا اور آپؐ نے یہ رجز پڑھا -

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

اللہ تعالےٰ نے پھر فتح عطا فرمائی - یہ گویا کہ پُورے جزیرہ نمائے عرب پر نبی اکرمؐ کی فیصلہ کُن فتح تھی -

چنانچہ یہی ہے وہ عمل کہ جس کے نتیجے میں اظہارِ دینِ حق جزیرہ نمائے عرب کی حد تک پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد ملکِ عرب

از : جمیل الرحمٰن

# دعوتِ اسلامی

الحمد للہ ربِّ العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ
سیّد المرسلین وخاتم النبیّین محمدٍ الامین واٰلہٖ و
صحبہٖ اجمعین، ومَنْ تبعھم باحسانٍ الیٰ یوم الدّین۔

امّا بعد :

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرّحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ
لَوْلَآ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ ج

اللہ تعالیٰ کی توفیق خاص سے جو حضرات دعوتِ رجوع الی القرآن اور تحریکِ تجدید ایمان - توبہ - تجدید عہد سے وابستہ ہیں ان کے متعلق یہ حُسن ظن حق بجانب ہوگا کہ ان کا اس دعوت و تحریک سے تعلق و رفاقت اللہ پر یوم آخر پر اور رسالت پر ایمان ویقین کے نتیجے اور مسئولیت کے گہرے احساسِ ذمہ داری اور شعور و ادراک پر مبنی ہے۔

دعوتِ رجوع الی القرآن کے منتخب نصاب اور تنظیم اسلامی کے اساسی معتقدات سے دین حق کے جو مقتضیات و مطالبات واضح طور پر سامنے آتے ہیں وہ یہ ہیں :

- اوّلاً اس بات کا شعور حاصل ہوتا ہے کہ

ہر سچے مسلم و مومن کے اسلام و ایمان کا عین تقاضا یہ ہے کہ وہ ہر طرف سے یکسو ہو کر صرف اللہ ہی کا ہو کر رہے - اس کے جملہ اعمال و افعال کا مرکز و محور صرف ' عبادت رب ' ہو - رضائے الٰہی ہی اس کا اصل مقصود و مطلوب ہو - اور جس طرح اس کی نماز اور قربانی صرف اللہ کے لئے ہو اسی طرح اس کے جسم و جان ، مال و منال حتیٰ کہ زندگی اور موت سب اللہ ہی کے لیے ہو -

بفحوائے آیاتِ قرآنی :

(i) اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۚ (الانعام: ۷۹)

(ii) وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ (البینہ: ۵)

(iii) اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (الانعام)

ثانیاً اس امر کا ادراک حاصل ہوتا ہے کہ :

"تحریکِ تجدیدِ ایمان - توبہ - تجدیدِ عہد کی اہم اور سب سے عظیم خصوصیت یہ ہے کہ اس کی اساس 'دعوت رجوع الی القرآن' پر قائم ہے - چونکہ امرِ واقعہ میں منبعِ ایمان اور سرچشمہ یقین قرآن حکیم ہی ہے - علم و حکمت کا خزینہ یہی - موعظۂ حسنہ بھی یہی - ذکریٰ بھی یہی، ھُدًی لِلنَّاس اور شِفَاءٌ لِّمَا فِی الصُّدُور بھی یہی ــــ دعوت، تبلیغ، انذار، تبشیر، تذکیر، تزکیۂ نفس اور تطہیرِ افکار و اعمال کا ذریعہ بھی یہی کتاب اللہ ہے - مزید براں دنیوی فوز و فلاح اور اُخروی نجات کا ذریعہ بھی یہی قرآن مجید اور فرقانِ حمید ہے -

یہ اساسی خصوصیت دعوت و تحریک - اور اس کے طریقِ کار کو دوسری تمام دینی تحریکوں اور دعوتوں سے ممتاز کرنے والی خصوصیت ہے -

ثالثاً اس امر کا یقینِ واثق حاصل ہوتا ہے کہ از روئے قرآن حکیم بالخصوص از روئے درسِ سورۃ والعصر ہر فرد بشر کی آخروی نجات و کامرانی اور دنیوی صلاح و فلاح و فوز کا دار و مدار چار ناگزیر شرائط کو پورا کرنے پر ہے -

★ پہلی یہ کہ اللہ پر، رسالت پر، یوم آخر پر اور ان ایمانیاتِ ثلاثہ کے تمام مقتضیات و متضمنات پر ایمان لائے جیسا کہ ایمان لانے کا حق ہے -

★ دوسری یہ کہ اس ایمان کے تقاضوں کے مطابق انفرادی و اجتماعی زندگی کے تمام اعمال اور معاملات کی اصلاح کرے تاآنکہ زندگی کا ہر شعبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہدایت و شریعت کے تابع ہوجائے -

★ تیسری یہ کہ دعوت الی اللہ، تبلیغ دین، شہادتِ علی النّاس امر بالمعروف

ونہی عن المنکر کے فریضہ کی انجام دہی کی خود بھی انفرادی اور اجتماعی طور پر ہر امکانی سعی و جہد کرے اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید اور وصیت کرے۔

★ چوتھی یہ کہ راہ حق میں پیش آنے والے مصائب و شدائد اور ابتلاء و آزمائش کو صبر و ثبات اور استقامت و مصابرت سے خود بھی برداشت کرے اور اپنے دینی و اسلامی رفقاء و اخوان کو بھی اس کی تاکید وصیت کرے۔

بفحوائے سورۃ مبارکہ:

وَالعصر ه اِنَّ الْاِنسَان لفی خسرٍ ه اِلَّا الذین آمنوا وعَمِلُوا الصّٰلحٰتِ وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر

● رابعًا اس امر کا شعور حاصل ہوتا ہے کہ ایک بندۂ مومن کو راہِ مستقیم پر چلنے کے لئے سنّتِ رسُول علی صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام کو مشعلِ راہ بنانا لازم، واجب اور فرض ہے۔ احکام قرآن کی وہی تفسیر، تشریح اور تعبیر معتبر ہے جو سنت رسولؐ اور آثار و تعامل صحابہؓ سے ثابت ہے —

بفحوائے آیات قرآنی:

● قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ (آل عمران: ۳۱)

● فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (النساء: ۶۵)

● مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء: ۶۵)

● لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب: ۲۱)

● وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ (الاحزاب: ۳۶)

● وَمَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر)

● خامسًا یہ کہ اسی طرح ہمارے سامنے ایک اہم اصول یہ آتا ہے کہ دعوت و تبلیغ، اسلام کی نشاۃِ ثانیہ اور تجدیدِ دین کے لئے اساسی منہاج اور بنیادی طریق کار بھی ہمیں اُسوۂ رسولؐ ہی سے اخذ کرنا —— اور اس ضمن میں اُس آیت مبارکہ کو پیش نظر رکھنا چاہیئے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اساسی منہج عمل کے لئے

چار اصطلاحات یعنی تلاوتِ آیات، تزکیہ، تعلیم کتاب (احکام) اور تعلیم حکمت بیان ہوئیں۔ ایک مرتبہ دعائے خلیلؑ میں اور تین مقامات پر من جانب اللہ استعمال ہوئی ہیں۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۖ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (البقرۃ : ۱۲۹)

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيٰتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (الجمعہ:۲)

● سادساً یہ کہ اس بات کا پورا فہم حاصل ہوتا ہے کہ :

"دعوت و تبلیغ، انذار و تبشیر اور تزکیہ و تربیت کے لحاظ سے تو قرآن حکیم ہی مرکز و محور ہے یہی حضورؐ کا آلۂ انقلاب ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی تنظیم کا مرحلہ آتا ہے جس کے پہلو بہ پہلو جہاد کے مراحل شروع ہوتے ہیں جس میں مدافعت بھی شامل ہے اور اقدام بھی۔ پھر ہجرت کا مرحلہ ہے (وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ط)۔ ہجرت، دین کی ایک وسیع المعانی اصطلاح ہے، جس میں دین کی خاطر اعزہ و اقارب سے قطع تعلق اور ترکِ وطن سے لے کر مرغوبات و ہوائے نفس سے کش مکش اور تحریصات و ترغیباتِ دنیوی سے اجتناب تک کے مفاہیم شامل ہیں۔ قتال اس راہ کی بلند ترین منزل ہے، جس میں احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لئے نقدِ جاں کی نذر گزارنی ہوتی ہے اور یہی معراج مومن ہے۔ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ ۝

● سابعاً یہ بات واضح ہوتی ہے کہ :-

یہ تمام مراحل وہ ہیں جن کے لئے ایک ٹھیٹھ اسلامی اصولوں پر ایک منظم جماعت کی ضرورت ناگزیر ہے۔ بفحوائے ارشادِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم :

أَنَا آمُرُكُمْ بِخَمْسٍ : بِالْجَمَاعَةِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ

• ثم ثانیاً یہ امر بھی پوری طرح واضح و منقح ہوتا ہے کہ:

"شہادت علی الناس، اظہار و اقامتِ دین کی اجتماعی طور پر سعی و جہد اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی انجام دہی اور بجا آوری محض نفلی و اضافی نیکی نہیں ہے بلکہ اُمتِ مسلمہ پر بحیثیت اُمت بھی فرض ہے اور ہر مسلمان پر بحیثیت فرد بھی فرض ہے۔ بفحوائے آیاتِ قرآنی و ارشادات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم:

آیات قرآنیہ

(۱) وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط (البقرۃ)

(۲) لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (الحج)

(۳) اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ط (الشوریٰ)

(۴) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ط (الصف)

(۵) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ (الصف)

(۶) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ (المائدہ)

(۷) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ

(۸) وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ (الانفال)

(۹) كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۔

(۱۰) وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۝ (آل عمران)

ارشاداتِ نبویہ

(۱) فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ (خطبہ حج الوداع)

(۲) مَنْ رَاٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ

فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذَالِكَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ ۝ (مسلم)

(۳) وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ اَوْلَیُوْشِكَنَّ اللّٰهُ یَبْعَثُ عَلَیْكُمْ عِقَابًا مِّنْهُ ثُمَّ تَدْعُوْنَهٗ فَلَا یَسْتَجِیْبُ لَكُمْ (ترمذی)

اسی تنقیح سے یہ امر بھی مبرہن ہوا کہ یوں تو دعوت وتبلیغ، شہادت علی الناس، اظہار واقامتِ دین کی راہ میں جدوجہد اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی انجام دہی ہر دور کے انبیاء ورُسل کے اُمتیوں کے مقتضیاتِ ایمان میں شامل رہی ہے، لیکن اُمتِ محمد علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ہر اُمتی پر یہ کام فرضِ عین کے مقام کا حامل ہے۔ چونکہ ہمارے سیّدِ وُلدِ آدم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین بھی اور آخر الرسل بھی — اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوّت ورسالت کا صرف اختتام ہی نہیں، اتمام واکمال بھی ہوا ہے بمصداق آیات قرآنی :-

(۱) اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدہ)

(۲) مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ط (الاحزاب)

اور بفحوائے احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

۱۔ عَنْ اُبَیِّ بْنِ كَعْبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قال: مَثَلِیْ فِی النَّبِیّٖنَ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی دَارًا فَاَحْسَنَهَا وَتَرَكَ فِیْهَا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ بِالْبِنَاءِ وَیَعْجَبُوْنَ مِنْهُ وَیَقُوْلُوْنَ لَوْتَمَّ مَوْضِعُ تِلْكَ اللَّبِنَةِ وَاَنَا فِی النَّبِیّٖنَ مَوْضِعُ تِلْكَ اللَّبِنَةِ وَاَنَا خَاتَمُ (مسلم، ترمذی)

۲۔ عَنْ جابر بن عبداللہ اَنَّ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قال لِعَلِیٍّ: اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔ (ترمذی، مسلم)

۳ - جِئْتُ فَخَتَمْتُ الْاَنْبِيَآءَ (مسلم)

۴ - وعن عقبة بن عامر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

لَوْكَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَكَانَ عمر بن الخطاب (رواہ الترمذی)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جب خاتم النبیین اور آخر الرسل ہیں تو اس کا یہ واضح اور محکم لازمہ ونتیجہ عقلی ومنطقی طور پر سامنے آتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کسی قوم، کسی گروہ، کسی رنگ کے انسانوں کے لئے نہیں ہوئی بلکہ بلا امتیاز رنگ، نسل، لسان، قوم و وطن علی الاطلاق پوری نوع انسانی کیلئے ہوئی ہے اور زمان ومکان سے بالکل آزاد تا قیام قیامت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا دورِ نبوت ورسالت جاری ہے - بفحوائے آیاتِ قرآنی:

(i) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (سبا)

(ii) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (انبیاء)

(iii) قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا - (الاعراف)

دعوتی خطبوں میں سے ایک خطبہ کے آخر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کو بایں الفاظِ مبارکہ بیان فرمایا:

اِنِّیْ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ خَاصَّةً وَّاِلَى النَّاسِ كَآفَّةً

ان نصوص سے یہ بات بھی سمجھ میں آئی کہ چونکہ آں حضورؐ پر نبوت ورسالت کا سلسلہ ختم ہوگیا لہٰذا آنحضورؐ دو بعثتوں کے ساتھ مبعوث ہوئے - ایک اپنے زمانے کے اہل عرب کی جانب اور دوسری تا قیام قیامت پوری نوع انسانی کی جانب — چنانچہ سورۂ جمعہ میں بھی فرمایا گیا کہ آپؐ "اُمّیین" کے لئے بھی مبعوث ہوئے اور "آخرین" کے لئے بھی یعنی جو لوگ آں حضورؐ کی رسالت اور آپؐ کے لائے ہوئے دین پر ایمان رکھتے ہیں وہ آپؐ کی اُمّتِ اجابت میں شامل ہیں اور جن لوگوں نے ابھی اس حقیقت کو قبول نہیں کیا یا جن لوگوں تک ابھی تک یہ حقیقتِ کبریٰ پہنچی ہی نہیں وہ لوگ آپ کی اُمتِ دعوت میں شامل ہیں - ان تک دعوت پہنچانا اُمّت کے ذمہ ہے لیکن اُمّت اپنے اس فرضِ منصبی سے غافل ہے اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ غفلت کب تک جاری رہے گی - اور کب ہدایتِ الٰہیہ کا آفتاب دُنیا کو منوّر کرے گا - ویسے ان شاء اللہ یہ ہو کر

رہے گا کہ پورے کرۂ ارضی پر اظہارِ دین الحق کی اکمل و اتم شان ہویدا ہوگی۔

علم حقیقی دراصل ایمان ہی کی ایک تعبیر کا نام ہے۔ جن لوگوں کو بھی اللہ کی توفیق سے علم حقیقی تک رسائی ہو جائے ان کی ذمہ داریاں بہت بڑھ جاتی ہیں۔ اس لئے ایسے تمام حضرات کو جو دعوتِ اسلامی سے واقف ہوئے ہیں اور جو اس سے وابستہ ہوئے ہیں ان کو اپنی ذمہ داریوں کا پورا شعور بھی حاصل ہونا چاہیئے اور اس کے مطابق عملی زندگی میں اصلاح و سعی کا ظہور ہونا چاہیئے۔ اگر علم کے باوجود ہم نے اپنے دینی فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی برتی۔ سہل انگاری سے کام لیا۔ تعطل یا تعویق کا رویہ اختیار کیا تو ہوسکتا ہے کہ اللہ کی عدالت میں ہمارا محاسبہ سخت ہو جائے۔ بِرّ اور تقویٰ کی روش اختیار کرنا اور تواصی بالحق کا فریضہ انجام دینا اور اظہارِ دین کے لئے سعی کرنا نجاتِ اُخروی کے لئے لازم و لابد ہے۔

وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ٥ وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی ٥ ثُمَّ یُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی ٥ وَاَنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰی

---

(بقیہ: تبصرۂ کتب) یہ تالیف وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کرتی اور معاشرتی روابط کا صحیح فہم اور عرفان مہیا کرتی ہے۔

کتاب حسنِ ترتیب و تدوین کے ساتھ حسنِ طباعت سے بھی مزیّن ہے۔ اور مزید مطالعہ کا شوق رکھنے والے حضرات کے لئے آخر میں کتابیات کی فہرست بھی دی گئی ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمارے قارئین کو اس سے بیش از بیش استفادے کی توفیق عطا کرے اور مؤلف کے لئے توشۂ آخرت بنائے۔ آمین۔

ہارڈویئر، مشینری، ورکشاپ ٹولز، گرائینڈنگ ویلز،
واٹرروپ اینڈ مل سٹور مرچنٹ
ایس۔ نظام الدین اینڈ کمپنی
نظام منزل ۵۹ نشتر روڈ، لاہور

# عورت، اقبال کے کلام میں

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی کتاب "نقوش اقبال" سے ماخوذ

علامہ اقبال مرحوم کے ان منتخب اشعار کے بحیثیت مجموعی مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ علامہ کے نزدیک شرعی پردے کا اہتمام مسلمان خاتون کے لئے ازحد ضروری ہے۔ اور اسی پردے کے باعث عورت یکسو ہو کر اپنی صلاحیتوں کو اپنے گھر اور خاندان کی تعمیر میں لگا کر بہتر کارگزاری کر سکتی ہے۔ تاہم ضرورت کے تحت پردے کے اہتمام کے ساتھ ساتھ وہ زندگی کی تمام سرگرمیوں میں حصہ لے سکتی ہے۔ اس ضمن میں فاطمہ (طرابلس کی مجاہدہ) علامہ کے نزدیک ایک مثالی کردار ہے۔ نیز ان اشعار کے مطالعے سے یہ بات مبرہن ہو کر سامنے آتی ہے کہ علامہ کے نزدیک عورت کی مقدس ترین حیثیت وہ ہے جو ماں اور ماں کی صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ اسی لئے علامہ معاشرتی اور عائلی زندگی میں ماں کے مقام کو مرکزی مقام قرار دیتے ہیں۔

جدید اردو شاعری میں غالباً حالی و اقبال ہی دو ایسے شاعر ہیں جن کے یہاں غزلوں میں صنفی آلودگی، عریانیت، اور سطحیت نہیں ملتی۔ بلکہ اس کے برخلاف عورت کے مقام و احترام اور اس کی حیثیت عرفی کو بحال کرنے میں ان دونوں کا بڑا ہاتھ نظر آتا ہے۔

اقبال عورتوں کے لئے وہی طرزِ حیات پسند کرتے تھے جو صدرِ اسلام میں پایا جاتا تھا جس میں عورتیں مروجہ برقع کے نہ ہوتے ہوئے بھی شرم و حیا، اور احساسِ عفت و عصمت میں آج سے کہیں زیادہ آگے تھیں، اور شرعی پردے کے اہتمام کے ساتھ ساتھ زندگی کی تمام سرگرمیوں میں حصہ لیتی تھیں۔

۱۹۱۲ء میں طرابلس کی جنگ میں جب ان کو اس کا ایک نمونہ دیکھنے کو ملا یعنی ایک عرب لڑکی فاطمہ بنت عبداللہ غازیوں کو پانی پلاتے ہوئے شہید ہوئی تو انھوں نے اس کا زوردار ماتم کیا:۔

فاطمہ! تو آبروئے امت مرحوم ہے　　ذرہ ذرہ تیری مشتِ خاک کا معصوم ہے
یہ سعادت حورِ صحرائی تری قسمت میں تھی　　غازیانِ دیں کی سقائی تری قسمت میں تھی
یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ و سپر　　ہے جسارت آفریں شوقِ شہادت کس قدر
یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی　　ایسی چنگاری بھی یا رب اپنی خاکستر میں تھی
اپنے صحرا میں بہت آہو ابھی پوشیدہ ہیں　　بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں
فاطمہ! گو شبنم افشاں آنکھ تیرے غم میں ہے　　نغمۂ عشرت بھی اپنے نالۂ ماتم میں ہے
رقص تیری خاک کا کتنا نشاط انگیز ہے　　ذرہ ذرہ زندگی کے سوز سے لبریز ہے
ہے کوئی ہنگامہ تیری تربتِ خاموش میں　　پل رہی ہے ایک قومِ تازہ اس آغوش میں

انھیں ہنروران ہند اور ایسے تمام فن کاروں سے شکایت تھی، جو عورت کے نام کا غلط استعمال کرکے ادب کی پاکیزگی، بلندی اور مقصدیت کو صدمہ پہنچاتے ہیں، وہ اپنی ایک نظم میں کہتے ہیں ـــ

چشمِ آدم سے چھپاتے ہیں مقاماتِ بلند　　کرتے ہیں روح کو خوابیدہ بدن کو بیدار
ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس　　آہ بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار

وہ "دخترانِ ملت" سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مسلمان خاتون کے لئے دلبری اور بناؤ سنگار ایک معنی میں کفر ہے، بلکہ انھیں تو اپنی شخصیت، انقلابی فطرت اور پاکیزہ نگاہی سے باطل کی امیدوں پر پانی پھیر دینا چاہیے ـــ

بہل اے دخترک ایں دلبری ہا　　مسلماں را نہ زیبد کافری ہا
منہ دل بر جمالِ غازہ پرور　　بیاموز از نگہ غارتگری ہا

وہ کہتے ہیں کہ مسلمان عورت کو پردہ کے اہتمام کیا تھ بھی معاشرہ اور زندگی میں اس طرح رہنا چاہیے کہ اس کے نیک اثرات معاشرہ پر مرتب ہوں اور اس کے پرتو سے حریم کائنات اس طرح روشن رہے، جس طرح ذات باری کی تجلی حجاب کے باوجود کائنات پر پڑ رہی ہے ـ

ضمیرِ عصرِ حاضر بے نقاب ست | کشادش در نمودِ رنگ و آب ست
جہاں تابی ز نورِ حق بیاموز | کہ او با صد تجلی در حجاب ست

وہ دنیا کی سرگرمیوں کی اصل ماؤں کی ذات کو قرار دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ان کی ذات امینِ ممکنات ہے اور انقلاب انگیز مضمرات کی حامل اور جو قومیں ماؤں کی قدر نہیں کرتیں ان کا نظامِ زندگی سنبھل نہیں سکتا ؎

جہاں را محکمی از امہات ست | نہادِ شاں امینِ ممکنات ست
اگر ایں نکتہ را قومے نداند | نظامِ کاروبارش بے ثبات ست

وہ اپنی صلاحیتوں اور کارناموں کو اپنی والدہ محترمہ کا فیض نظر بتلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آداب و اخلاق تعلیم گاہوں سے نہیں ماؤں کی گود سے حاصل ہوتے ہیں ؎

مرا داد ایں خرد پرور جنونے | نگاہِ مادرِ پاک اندرونے
ز مکتب چشم و دل نتواں گرفتن | کہ مکتب نیست جز سحر و فسونے

وہ قوموں کی تاریخ اور ان کے ماضی و حال کو ان کی ماؤں کا فیض قرار دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ماؤں کی پیشانیوں پر جو لکھا ہوتا ہے وہی قوم کی تقدیر ہوتی ہے ؎

خنک آں ملتے کز وارداتش | قیامت ہا بہ بیند کائناتش
چہ پیش آید چہ پیش افتاد او را | تواں دید از جبینِ امہاتش

وہ ملت کی خواتین کو دعوت دیتے ہیں کہ ملت کی تقدیر سازی کا کام کریں، اور ملت کی شامِ الم کو صبحِ بہار سے بدل دیں اور وہ اس طرح کہ گھروں میں قرآن کا فیض عام کریں، جیسے حضرت عمرؓ کی ہمشیر نے اپنی قرآن خوانی سے ان کی تقدیر بدل دی اور اپنے لحن و لہجہ کے سوز و ساز سے ان کے دل کو گداز کر دیا تھا ؎

ز شامِ ما بروں آور سحر را | بہ قرآں باز خواں اہلِ نظر را

تو می دانی کہ سوز قرأت تو دگرگوں کرد تقدیر عمرؓ را

اقبال معاشرتی اور عائلی زندگی میں ماں کے مرکزی مقام کے قائل ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ خاندانی نظام میں جذبۂ امومت اصل کا حکم رکھتا ہے اور اسی کے فیض سے نسل انسانیت کا باغ لہلہاتا رہتا ہے، ان کا خیال ہے کہ جس طرح گھر سے باہر کی زندگی میں مردوں کو فوقیت حاصل ہے، اسی طرح گھر کے اندر کی سرگرمیوں میں عورت اور خصوصاً ماں کی اہمیت ہے، اس لئے کہ اس کے ذمہ نئی نسل کی داشت و پرداخت اور دیکھ بھال ہوتی ہے، انسان کا پہلا مدرسہ ماں کی گود ہوتی ہے، ماں جتنی مہذب، شائستہ اور بلند خیال ہو گی بچے پر بھی اتنی ہی یہ اثرات مرتب ہوں گے۔ اور ایک اچھی اور قابل فخر نسل تربیت پا سکے گی ؎

وہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آداب فرزندی

اقبال کی نظر میں عورت کا شرف و امتیاز اس کے ماں ہونے کی وجہ سے ہے

...... جو قومیں امومت (حق مادری) کے آداب نہیں بجا لاتیں تو ان کا نظام ناپائدار اور بے اساس ہوتا ہے، اور خاندانی امن و سکون درہم برہم ہو جاتا ہے، افراد خاندان کا باہمی اتحاد و اعتماد ختم ہو جاتا ہے، چھوٹے بڑے کی تمیز اٹھ جاتی ہے، اور بالآخر اقدار عالیہ اور اخلاقی خوبیاں دم توڑ دیتی ہیں، ان کے خیال میں مغرب کا اخلاقی بحران اسی لئے رونما ہوا ہے کہ وہاں ماں کا احترام اور صنفی پاکیزگی ختم ہو گئی ہے۔

وہ آزادئ نسواں کی تحریک کے ..... اسی لئے حامی نہیں کہ اس کا نتیجہ دوسرے انداز میں عورتوں کی غلامی ہے، اس سے ان کی مشکلات آسان نہیں اور پیچیدہ ہو جائیں گی، اور انسانیت کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوگا کہ جذبۂ امومت ختم ہو جائیگا ماں کی مامتا کی روایت کمزور پڑ جائے گی، اسی لئے وہ کہتے ہیں کہ جس علم سے عورت اپنی خصوصیات کھو دیتی ہے، وہ علم نہیں، بلکہ موت ہے، اور فرنگی تہذیب قوموں

کو اسی موت کی دعوت دے رہی ہے:۔

تہذیبِ فرنگی ہے اگر مرگِ اُمومت — ہے حضرتِ انساں کیلئے اسکا ثمر موت
جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن — کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت
بیگانہ رہے دیں سے اگر مدرسۂ زن — ہے عشق و محبت کیلئے علم و ہنر موت

علم او بارِ امومت بر نتافت — بر سرِ شاخش یکے اختر نتافت
ایں گل از بستانِ ما نارستہ بہ — داغش از دامانِ ملت شستہ بہ

اقبال کے خیال میں آزادیٔ نسواں ہو یا آزادیٔ رجال یہ دونوں کوئی معنی نہیں رکھتے، بلکہ مرد و زن کا ربط باہمی، ایثار اور تعاون ایک دوسرے کے لئے ضروری ہے۔ زندگی کا بوجھ ان دونوں کو مل کر اٹھانا اور زندگی کو آگے بڑھانا ہے، ایک دوسرے سے عدم تعاون کے سبب زندگی کا کام ادھورا اور اسکی رونق پھیکی ہو جائے گی۔ اور بالآخر یہ نوعِ انسانی کا نقصان ہوگا۔

مرد و زن وابستۂ یک دیگر ند — کائنات شوق را صورت گرند
زن نگہ دارندۂ نارِ حیات — فطرت او لوحِ اسرارِ حیات
آتش ما را بجانِ خود زند — جوہر او خاک را آدم کند
در ضمیرش ممکناتِ زندگی — از تب و تابش ثباتِ زندگی
ارجِ ما از ارجمندی ہائے او — ما ہمہ از نقشبندی ہائے او

اقبال فرماتے ہیں کہ عورت اگر علم و ادب کی کوئی بڑی خدمت انجام نہ دے سکے تب بھی صرف اس کی مامتا ہی قابل قدر ہے جس کے طفیل مشاہیر عالم پروان چڑھتے ہیں، اور دنیا کا کوئی انسان نہیں، جو اس کا ممنون احسان نہیں ؎

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ — اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں
شرف میں بڑھ کے ثریا سے مشتِ خاک اسکی — کہ ہر شرف ہے اسی درج کا دُرِ مکنوں
مکالماتِ فلاطوں نہ لکھ سکی لیکن — اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرارِ افلاطوں!

آزادیٔ نسواں کی تحریک سے مرد و زن کا رشتہ جس طرح کٹا اور اس کے جو برے نتائج سامنے آئے اقبال کی نظر میں اس کی ذمہ دار مغربی تہذیب ہے "مردِ فرنگ" کے عنوان سے کہتے ہیں۔

ہزار بار حکیموں نے اس کو سلجھایا — مگر یہ مسئلۂ زن رہا وہیں کا وہیں
قصور زن کا نہیں ہے کچھ اس خرابی میں — گواہ اسکی شرافت پہ ہیں مہ و پرویں
فساد کا ہے فرنگی معاشرت میں ظہور — کہ مرد سادہ ہے بیچارہ زن شناس نہیں

---

کوئی پوچھے حکیم یورپ سے — ہند و یوناں ہیں جسکے حلقہ بگوش
کیا یہی ہے معاشرت کا کمال — مرد بیکار و زن تہی آغوش

اقبال پردے کی حمایت میں کہتے ہیں کہ پردہ عورت کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں وہ پردے میں رہ کر تمام جائز سرگرمیوں میں حصہ لے سکتی ہے اور اپنے فرائض کی انجام دہی کر سکتی ہے، کیونکہ خالق کائنات پس پردہ ہی کارگاہِ عالم کو چلا رہا ہے اس کی ذات گو حجاب قدس میں ہے، لیکن اس کی صفات کی پرچھائیاں بحر و بر پر پھیلی ہوئی ہیں، مولانا آسی نے خوب کہا ہے ؎

بے حجابی یہ کہ ہر شے سے ہے جلوہ آشکار
اس پر پردہ یہ کہ صورت آج تک نادیدہ ہے

اقبال عورت کو خطاب کرتے ہیں کہ ؎

جہاں تابی ز نور حق بیاموز
کہ او با صد تجلّی در حجاب است

وہ پردہ کے مخالفوں کے جواب میں کہتے ہیں کہ پردہ جسم کا حجاب ہے لیکن اسے عورت کی بلند صفات اور پنہاں امکانات کے لئے رکاوٹ کیسے کہا جا سکتا ہے اصل سوال یہ نہیں ہے کہ چہرے پر پردہ ہو یا نہ ہو، بلکہ یہ ہے کہ شخصیت اور حقیقت ذات پر پردے نہ پڑے ہوں، اور انسان کی خودی بیدار اور آشکار

ہو چکی ہو ے

بہت رنگ بدلے سپہر بریں نے　　خدایا یہ دنیا جہاں تھی وہیں ہے
تفاوت نہ دیکھا زن و شو میں میں نے　　وہ خلوت نشیں ہے یہ جلوت نشیں ہے

ابھی تک ہے پردے میں اولادِ آدم　　کسی کی خودی آشکارا نہیں ہے

پردے کی حمایت و تائید میں اقبال نے "خلوت" کے عنوان سے ایک نظم کہی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ پردہ کی وجہ سے عورت کو یکسو ہو کر اپنی صلاحیتوں کو نسلوں کی تربیت پر صرف کرنے اور اپنی ذات کے امکانات کو سمجھنے کا موقع ملتا ہے اس کے ساتھ ہی اسے سماجی خرابیوں سے الگ رہ کر اپنے گھر اور خاندان کی تعمیر کا سامان میسر آتا ہے، گھر کے پر سکون ماحول کے اندر اسے زندگی کے مسائل اور معاشرتی موضوعات کو سوچنے سمجھنے کی آسانیاں ملتی ہیں، اور اس طرح وہ اپنے اور دوسروں کے لئے بہتر کارگزاری کر سکتی ہے ے

رسوا کیا اس دور کو جلوت کی ہوس نے　　روشن ہے نگہ آئینۂ دل ہے مکدر
بڑھ جاتا ہے جب ذوقِ نظر اپنی حدوں سے　　ہو جاتے ہیں افکار پراگندہ و ابتر
آغوشِ صدف جس کے نصیبوں میں نہیں ہے　　وہ قطرۂ نیساں کبھی بنتا نہیں گوہر

خلوت میں خودی ہوتی ہے خود گیر ولیکن
خلوت نہیں اب دیر و حرم میں بھی میسّر

ایک بڑا معاشرتی سوال یہ رہا ہے کہ مرد و زن کے تعلق میں بالا دستی (UPPER HAND) کسے حاصل ہو اس لئے کہ دنیا کا کوئی بھی تعلق ہو اس میں کوئی ایک فریق شریک غالب کی حیثیت ضرور رکھتا ہے، اور یہ اس کائناتی حقیقت پر مبنی ہے کہ ہر شے اور ہر انسان ایک دوسرے کا محتاج ہے، اور ہر ایک، ایک دوسرے کی تکمیل کرتا ہے خصوصاً مرد و زن کے تعلقات میں چند چیزوں میں مرد کو عورت پر فضیلت اور اولیت حاصل ہے، اور یہ بھی کسی نسلی اور صنفی تفریق کی بنا پر نہیں بلکہ خود عورت کے

حیاتیاتی، عضویاتی فرق اور فطری کے لحاظ کے ساتھ اس کے حقوق و مصالح کی رعایت کے پیش نظر ہے ـــــ نگرانی اور "قوامیت" ایسی چیز نہیں جو مرد اور عورت دونوں کے سپرد کردی جاتی یا عورت کو دیدی جاتی، اقبال نے مغرب کے نام نہاد "آزادیٔ نسواں" کی پروا کئے بغیر عورت کے بارے میں اسلامی تعلیمات کی پرزور وکالت کی اور عورت کی حفاظت کے عنوان سے کہا ؎

اک زندہ حقیقت مرے سینے میں ہے مستور ۔۔۔ کیا سمجھے گا وہ جس کی رگوں میں ہے لہو سرد!
نے پردہ نہ تعلیم، نئی ہو کہ پرانی ۔۔۔ نسوانیت زن کا نگہباں ہے فقط مرد
جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا ۔۔۔ اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا زرد

یہ نظم درحقیقت حدیث شریف "لن یفلح قوم ولّوا علیھم امرأۃ" کی ترجمانی ہے، انھوں نے اپنی دوسری نظم میں فرمایا ؎

جوہر مرد عیاں ہوتا ہے بے منت غیر ۔۔۔ غیر کے ہاتھ میں ہے جوہر عورت کی نمود
راز ہے اس کے تپ غم کا یہی نکتۂ شوق ۔۔۔ آتشیں لذت تخلیق سے ہے اس کا وجود
کھلتے جاتے ہیں اسی آگ سے اسرار حیات ۔۔۔ گرم اسی آگ سے ہے معرکۂ بود و نبود
میں بھی مظلومیٔ نسواں سے ہوں غمناک بہت ۔۔۔ نہیں ممکن مگر اس عقدۂ مشکل کی کشود

اقبال اپنے کلام میں آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے وہ بلند ارشادات بھی لائے ہیں، جن میں کہا گیا ہے کہ "حبب الی من دنیاکم الطیب والنساء وجعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ" (مجھے دنیا کی چیزوں میں خوشبو اور عورتیں پسند کرائی گئی ہیں، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے) اقبال نے اس حدیث کا بھی حوالہ دیا ہے کہ "جنت" ماؤں کے قدموں تلے ہے، انھوں نے امومت کو رحمت کہا ہے، اور اسے نبوت سے تشبیہ دی ہے، ماں کی شفقت کو وہ پیغمبر کی شفقت کے قریب کہتے ہیں اس لئے کہ اس سے بھی اقوام کی سیرت سازی ہوتی ہے، اور ایک ملت وجود میں آتی ہے۔

آں یکے شمع شبستانِ حرم | حافظ جمعیتِ خیر الامم
سیرتِ فرزند ہا از امہات | جوہر صدق و صفا از امہات
آنکہ ناز د بر وجودش کائنات | ذکر او فرمود با طیب و صلوٰۃ
گفت آں مقصودِ حرفِ کن فکاں | زیرِ پائے امہات آمد جناں
نیک اگر بینی امومت رحمت ست | زانکہ او را با نبوت نسبت ست
شفقتِ او شفقتِ پیغمبر است | سیرتِ اقوام را صورت گر است
از امومت پختہ تر تعمیر ما | در خطِ سیمائے او تقدیر ما
اب بندِ نخلِ جمعیت توئی | حافظِ سرمایۂ ملت توئی
ہوشیار از دستبردِ روزگار | گیر فرزندانِ خود را در کنار

اخیر میں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ اقبال حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو ملت اسلامیہ کی ماؤں کے لئے مثالی خاتون سمجھتے ہیں، اور جگہ جگہ ان کی اتباع کی تاکید کرتے ہیں، کہ وہ کس طرح چکی پیستے ہوئے بھی قرآن پڑھتی رہتی تھیں اور گھریلو کاموں میں مشکیزہ تک اٹھانے پر صبر فرماتی تھیں، اقبال کے خیال میں سیرت کی اسی پختگی سے حضرات حسنینؓ ان کی آغوش سے نکلے۔

مزرعِ تسلیم را حاصل بتولؓ | مادراں را اسوۂ کامل بتولؓ
آں ادب پروردۂ صبر و رضا | آسیا گرداں و لب قرآں سرا
فطرتِ تو جذبہ ہا دارد بلند | چشم ہوش از اسوۂ زہراؓ مبند
تا حسینے شاخِ تو بار آورد | موسمِ پیشیں بہ گلزار آورد

وہ مسلمان خاتون کو وصیت کرتے ہیں کہ:۔

اگر پندے ز درویشے پذیری | ہزار امت بمیرد تو نہ میری
بتولےؓ باش و پنہاں شو ازیں عصر | کہ در آغوش شبیرےؓ بگیری!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ
إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝ وَاعْتَصِمُوا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

***PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED***

# خطوط و آراء

محترم و مکرم قاضی صاحب ! وعلیکم السلام۔

گرامی نامہ مِلا جس کے لئے سراپا سپاس ہوں - یہ جان کر مجھے دِلی مسرت ہوئی کہ آپ خیریت سے مراجعت فرمائے لاہور ہوئے - آپ نے شدّتِ سرما میں جو زحمتِ سفر اٹھائی - وہ آپ حضرات کی دین سے محبت کا جیتا جاگتا ثبوت ہے - جزاک اللہ احسن الجزاء - ہم ڈاکٹر صاحب اور آپ کے دل کی گہرائیوں سے ممنون ہیں - ڈاکٹر صاحب نے میرے طلبا کے دلوں پر اَنمِٹ نقوش ثبت کئے ہیں - طلبا کے علاوہ شہریوں کی ایک کثیر تعداد جو ڈاکٹر صاحب کے مواعظِ حسنہ سے بوجوہ محروم رہ گئی - ان کی فرمائش ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو پھر کسی موقعہ پر دعوت دی جائے -

میں نے میثاق کا جستہ جستہ مطالعہ کیا — پہلی بار - اور اس کو ہر لحاظ سے ایک مفید رسالہ پایا - گزشتہ دنوں میں نے آزاد حکومت کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والی سیرت کانفرنس منعقدہ میرپور میں جو مقالہ بعنوان "آنحضرت صلعم بحیثیت بانی" فلاحی ریاست" پڑھا اس میں مَیں نے عدل و اعتدال کے ضمن میں ڈاکٹر صاحب کا ایک اقتباس (میثاق کے شمارہ فروری سے) پیش کیا -

"علامہ اقبال اور ہم" بڑا مختصر لیکن جامع مقالہ ہے - بیشک اقبالؒ نے تجدید و احیائے دین کے لئے قرآن ہی کو اساس بنانے پر زور دیا ہے - اقبالؒ نے یہ بھی کہا ہے کہ قرآن دنیا کی مظلوم ترین کتاب ہے کیونکہ مسلمان اسکو غلاف میں بند کر کے طاق (طاقِ نسیاں ؟) پر رکھ دیتے ہیں - ڈاکٹر صاحب کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے یہ کتاب طاق سے اٹھا کر نئی نسل کے ہاتھ میں تھما دی ہے اور میں جانتا ہوں کہ یہ نسل اس کتاب کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہے - اللہ تعالےٰ ڈاکٹر صاحب کی مساعی کو بارآور فرمائے آمین - جہاں تک تعاون کا تعلق ہے نیکی کے معاملہ میں تعاون غیر مشروط ہوتا ہے - ہم ہر قسم کے تعاون کے لئے حاضر ہیں - پروفیسر قیوم قریشی اور دوسرے احباب سلام کہتے ہیں -

آپ کا مخلص
ایم اکرم طاہر
پرنسپل علامہ اقبال یونیورسٹی کالج کوٹلی آزاد کشمیر

محترم جناب ڈاکٹر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اُمید ہے آپ بفضلِ خدا ہر طرح خیر و عافیت سے ہوں گے ۔ رکن وفاقی کونسل ہونے کی حیثیت سے چند ضروری گذارشات آپ کے پیش خدمت ہیں ۔

وفاقی کونسل صدرِ مملکت کے وعدہ کے مطابق وجود میں آگئی اور اس کا افتتاحی اجلاس بھی ہو چکا ۔ اسلامی نظام میں مشاورت کو جو اہمیت ہے وہ آپ بہتر جانتے ہیں ۔ قرآن حکیم نے مسلمانوں کو اجتماعی معاملات میں باہم مشورہ کرنے کی تلقین کی ہے ( امرھم شوریٰ بینھم ۔ سورہ شوریٰ ) ۔ خود حضور نبی اکرم کو اور آپ کی وساطت سے مسلمان سربراہوں کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے حکم دیا گیا ہے کہ وہ مختلف امور میں اہل الرائے حضرات کو مشورہ میں شامل رکھیں ( و شاورھم فی الامر ۔ سورۃ آل عمران ) ۔ یہ حقیقت ہے کہ جو کام باہم مشورہ سے طے ہوتے ہیں ان میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کا خوشدلانہ تعاون حاصل ہونا قدرتی بات ہے ۔ اسکے برعکس جہاں مشورہ نہیں ہوتا یا مشورہ کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے وہاں آمریت کے لئے راہ ہموار ہوتی ہے اور ایسے معاملات میں عوام کا تعاون کم ہی حاصل ہوتا ہے جس کے بغیر اجتماعی امور کامیابی سے سرانجام نہیں پا سکتے ۔ دورِ رسالت و خلافتِ راشدہ میں تمام اہم معاملات میں باقاعدہ مشاورت ہوتی تھی اور سربراہانِ قوم اکثریت کی رائے کا احترام کرتے تھے ۔ اس لحاظ سے وفاقی کونسل، جو کہ اصلاً ایک مشاورتی ادارہ ہے، کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ۔ اگر کونسل کو پوری آزادی اور دلجمعی سے کام کرنے کا موقع دیا جائے تو ملک و قوم کے حق میں بہتر نتائج کی توقع کی جا سکتی ہے ۔ کونسل کے پہلے اجلاس سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ اس مجلس کے ہر رکن کو اظہارِ خیال کی پوری آزادی ہے اور آئندہ بھی رہے گی، یہ ایک نیک فال ہے ۔ علاوہ بریں اسلامی نقطۂ نظر سے کسی اسمبلی یا مجلس میں باقاعدہ اپوزیشن کا وجود صحت مند اور کامیاب سیاست کی علامت نہیں ہے اس لئے کہ ایسی صورت میں بسا اوقات گروہی اور جماعتی عصبیت رائے دہندگان کی رائے پر اثر انداز ہو کر صحیح فیصلے نہیں ہونے دیتی ۔ وفاقی کونسل میں اپوزیشن کا فقدان اور ہر رکن کا اپنی رائے کے استعمال میں بالکل آزاد و خود مختار ہونا بھی ایک نیک شگون ہے ۔

وفاقی کونسل عبوری دور کیلئے قائم کی گئی ہے ۔ اس کے ارکان [illegible]

نامزد کردہ ہیں، عوام کے نمائندے نہیں ہیں - اس لئے کونسل کی حیثیت منتخب اسمبلی کی سی نہیں ہے - اس کے اختیارات بھی محدود ہیں - اور اس کے قیام کی مدت بھی غیر یقینی ہے - علاوہ ازیں کونسل میں ہر طرح کے مختلف اور متضاد عقائد و خیالات اور ذاتی مفادات رکھنے والے اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے متعلق لوگوں کا ایک ہجوم جمع ہے - اگرچہ اس میں جید علماء کرام اور محبِ اسلام و وطن حضرات بھی موجود ہیں اور یہ غنیمت ہے، لیکن اجنبی نظریات و عقائد اور مخصوص مفادات کے حامل اور سابقہ بدنام حکومت کے پروردہ افراد کی تعداد نسبتاً بہت زیادہ ہے - اس پوری کونسل میں اُمید کی کرن وہ سرکردہ حضرات ہیں جو آپ کی طرح اسلام کے شیدائی اور نظریہ پاکستان کے حامل اور داعی ہیں اور اپنے خیالات و نقطۂ نظر کو پوری جرأت اور صفائی کے ساتھ کونسل میں پیش کر سکتے ہیں - یہ سب واجب الاحترام اصحاب اگر متفق و متحد ہو کر اور پوری یکسوئی، یکجہتی اور عزم و استقلال کے ساتھ شریعت کے قوانین و حدود کے نفاذ و ترویج پر کمربستہ ہو جائیں تو ہزار مشکلات اور رکاوٹوں کے باوجود توفیقِ الٰہی سے اُمید ہے کہ اس ملک سے بالآخر بُرائیوں، بدعنوانیوں اور بے راہرویوں کا خاتمہ ہوگا اور ہر شخص سکون اور امن و امان کی زندگی بسر کریگا - یہی اسلامی حکومت کا نصبُ العین ہے -

وفاقی کونسل چند متعیّن مقاصد کے حصول کی خاطر معرضِ وجود میں لائی گئی ہے - اس کا اوّلین مقصد ملک کے اندر جلد از جلد آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کے لئے راہ ہموار کرنا اور مناسب ماحول پیدا کرنا ہے کیونکہ اس کے بغیر نہ جمہوریت اور شورائیت جو کہ اسلامی نظام کا طرۂ امتیاز ہے، قائم رہ سکتی اور پنپ سکتی ہے اور نہ جمہوری ادارے ہی مستحکم ہو سکتے ہیں - وفاقی کونسل بہرحال ایک عارضی انتظام ہے، منتخب اسمبلی یا پارلیمنٹ کا بدل نہیں ہے - جمہوریت کی منزل تو باقاعدہ اور صحیح انتخابات ہی سے وابستہ ہے - دوسرا اہم مقصد جو کونسل کے پیش نظر ہے اور ہونا چاہیئے وہ انتظامیہ (بیوروکریسی یا افسر شاہی) پر مکمل کنٹرول ہے اسلئے کہ جب تک انتظامیہ من مانی کرنے کیلئے آزاد رہے گی ملک کے اندر کسی اصلاح کا تصور نہیں کیا جاسکتا - یہ خرابیوں کی ایسی جڑ ہے جسے اکھاڑے بغیر چارۂ کار نہیں - کونسل کے قیام کی تیسری غرض تو سب سے اہم مقصد [illegible] البتہ یہ حیثیت رکھتی ہے وہ (جیساکہ اوپر اشارہ کیا گیا ہے) معاشرہ

سے جرائم اور اُن بدعنوانیوں خصوصاً رشوت وغیرہ کا قلع قمع ہے جو تمام شعبہ ہائے زندگی میں ناسور کی طرح پھیلی ہوئی ہیں، جو قوم کو گھن کی طرح کھا رہی ہیں، اور ملکی ترقی اور اسلامی نظام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔

مذکورہ بالا تینوں مقاصد فوری توجہ کے مستحق ہیں۔ ان مقاصد کے حصول کی خاطر ضروری ہے کہ کونسل کو، جیسی کچھ بھی وہ ہے، کچھ عرصے کے لئے سکون سے کام کرنے کا موقع دیا جائے۔ اس مرحلہ پر سیاست دانوں اور سیاسی جماعتوں کا یہ رویہ درست نہیں ہے کہ وہ کونسل اور اسکی موجودہ ہئیت کو تنقید کا نشانہ بنانے کی کوشش کریں بلکہ ان کے تدبر کا تقاضا یہ ہے کہ وہ صبر سے انتظار کریں اور دیکھیں کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ تصادم کے بجائے اس وقت تعاون کی ضرورت ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تجربہ کو کسی بڑی خیر کا پیش خیمہ بنا دے اور اندرونی و بیرونی خطرات کے مہیب بادل جو اس وقت پاکستان کی فضا پر بُری طرح محیط ہیں، اس تدبیر سے چھٹ جائیں۔ یہ سیاست دانوں کے صبر کا امتحان بھی ہے جنکی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اس عرصۂ تعطل کو عوام کے اندر صحیح اسلامی سپرٹ اور سیاسی شعور بیدار کرنے میں صرف کریں اور ان کی اخلاقی تربیت کی طرف خصوصی توجہ دیں۔ قوم یہ اُمید رکھنے میں حق بجانب ہے کہ کونسل کے چیئرمین اور اراکین اور ممبران کابینہ سب پوری دیانتداری اور تندہی کے ساتھ ایک ٹیم کی حیثیت سے کام کریں گے اور اپنے فرائض منصبی کو کماحقہٗ ادا کرنے کی انتھک کوشش کرینگے۔ ہمیں یہ بھی یقین ہے کہ صدر مملکت اور ان کے مارشل لاء کے ساتھی وفاقی کونسل کے ہر طرح ممد و معاون ثابت ہوں گے اور اسکے کام میں کسی قسم کی رکاوٹ یا مداخلت کو روا نہیں رکھیں گے۔ والسلام

عبدالرحمٰن (اندرون لوہاری گیٹ - لاہور)

---

## قابلِ صد احترام جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، خیریت طرفین نیک مطلوب

پچھلے ۵/۱ سال سے آپ سے تعارف ہے اور قریباً ۳ سال سے میثاق کا مستقل خریدار اور قاری ہوں۔ تعارف کے اس طویل عرصے میں پہلی بار بذریعہ عریضہ

ہذا ملاقات اور چند گذارشات عرض کر رہا ہوں ۔ بنیادی طور پر جماعت اسلامی اور اسلامی جمعیت طلبہ سے متعلق ہونے کے باوجود ۔ اپنے ہندوستان کے تحریکی ساتھیوں کی طرح (بقول میثاق کے) آپ کے لئے احترام و محبت کے جذبات رکھتا ہوں ـــــ اس کی وجہ بنیادی طور پر میرا "قرآن" کا ایک ادنیٰ طالب علم ہونا ہے ۔ اور آپ کا "قرآن" کا ایک معلم ہونا ۔ ویسے تو آپ کے تمام کتابچے اور تالیف کا مطالعہ کر چکا ہوں ۔ پچھلے دنوں "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصدِ بعثت" والا پمفلٹ زیرِ مطالعہ آیا ـــــ جس کو پڑھ کر میرے ذہن میں یہ تاثر ابھرا کہ آپ کے بقول فریضہ اقامتِ دین، یا قیام حکومتِ الٰہیہ ۔ یا اظہار علی الدین" کا فریضہ ـــــ صرف نبی اکرمؐ کا مقصدِ بعثت ہے ۔ باقی انبیاء کے لئے صرف دعوتِ و تبلیغ کا فریضہ تھا ـــــ کیا اقامتِ دین باقی انبیاء کے فرائض مناصب میں سے نہیں ہے؟ میرا خیال ہے کہ اقامت دین باقی انبیاء کے فرائض میں بھی شامل تھا ۔ بفحوائے الفاظِ قرآنی ـــــ

وما وصینا بہٖ ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ ۵ (شوریٰ ایت ۱۳ کا جز) براہ مہربانی میرا شک رفع فرمائیں ـــــ شکریہ! [1]

دوسری بات جو مجھے عرض کرنی ہے وہ میثاق کے بارے میں ہے ۔ وہ یہ کہ اس میں علمی اور فکری مضامین کی کمی ہوتی جا رہی ہے ۔ پچھلے سال سے تو اس کی حیثیت "تنظیم اسلامی" کے پارٹی آرگن کی سی ہو گئی ہے، نہ کہ دعوتِ قرآن کے آرگن کی ہے ـــــ! اور ظلم یہ ہے کہ پچھلے چند شمارے تو آپ کی تعریف لیے جا سے پڑھتے

---

[1] صاحب مکتوب کو مغالطہ ہوا ہے ۔ بلاشبہ اقامتِ دین تمام انبیاء و رُسل کا فریضہ ہے ۔ لیکن اس طائفۂ مقدس میں صرف نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لیظہرہٗ کی شان بیان ہوئی ہے جو بتمام و کمال نظر آتی ہے اور یہی حضورؐ کی امتیازی خصوصیت ہے کہ آپ بنفسِ نفیس دین کو قائم اور نافذ کر کے دکھا دیں چونکہ آپ خاتم النبیینؐ اور آخر الرسل ہیں ۔

[2] یہ بات صحیح ہے اور ہم اس کو خود بھی بہت سے محسوس کر رہے تھے چنانچہ "حکمت قرآن" نامی علمی جریدے کا ڈیکلریشن انجمن کے نام منتقل کرانے کی کوشش ہو رہی تھی جس میں الحمدللہ

خصوصًا قاضی صاحب نے جو روداد سفر لکھی ہے وہ ذات کی تشہیر کے علاوہ کچھ نہیں۔ اگر آپ تھوڑا سا غیر جانب دار ہو کے سوچیں تو عرض کرونگا — کہ فرض کرو - ملتان کے ریلوے اسٹیشن کے بک سٹال پر سے کوئی آدمی "میثاق" اُٹھاتا ہے - اور اس کے مضامین ایک نظر میں دیکھتا ہے — میرا اندازہ اور تجزیہ یہ ہے وہ اس سے یہی اخذ کریگا کہ یہ رسالہ کسی ڈاکٹر اسرار کی شخصیت کو اجاگر کر رہا ہے — ڈاکٹر اسرار وہ کہ جس کا کام درسِ قرآن دینا ہے — جب کہ ہونا یہ چاہیئے تھا کہ وہ یہ سمجھے کہ یہ ایک ایسا رسالہ ہے جو قرآن کی دعوت کا علمبردار ہے — خدارا اس طرف توجہ دیں؟ ڈاکٹر صاحب آپ یہ کہہ کر جان نہیں چھڑا سکتے کہ یہ روداد یں مجھے دکھلائے بغیر شائع کی گئی ہیں، اس رسالے میں جو کچھ چھپتا ہے اُس کے ایک ایک لفظ کے آپ ذمہ دار ہیں - اور خصوصًا جب چیز آپکے بارے میں - بلکہ آپ کی بیجا تعریف شائع ہو رہی ہیں — میری اس عرض کو ایک محب مخلص کا گلہ سمجھئے گا — خدانخواستہ یہ کوئی تنقید یا تنقیص کے نقطۂ نظر سے نہیں لکھ رہا — !!

تیسری عرض یہ ہے کہ آپکے ذہن میں اسلامی انقلاب برپا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ یا یہ کہ "تنظیمِ اسلامی" کس طرح سے انقلاب لانا چاہتی ہے —؟

چوتھی چیز جو میرے ذہن میں کھٹک رہی ہے وہ آپ کا شوریٰ میں شامل ہونا ہے، آپ کی طرف سے میثاق کے اگلے شمارے میں جو وضاحت شائع ہو رہی ہے جیسا کہ اس شمارے میں اعلان ہوا ہے - اس کے پڑھنے کے بعد مفصل طور پر کچھ عرض کروں گا - فی الحال احباب کی اُس فہرست میں نام شامل کرانا چاہتا ہوں کہ جو آپکے اس عمل سے رنجیدہ ہیں اور خلوصِ نیت سے سمجھتے ہیں کہ اس سے آپکے CAUSE کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے - فی الحال اجازت -

خالد عارف - فائنل ایم بی بی ایس
۲۱ - جناح ہال نشتر میڈیکل کالج ملتان

---

؎ توجہ دلانے پر ہم آپکے ممنون ہیں اور فی الواقع بعض پچھلے شماروں میں یہ بات نمایاں تھی - اس انداز کو بدلنے کی شعوری کوشش ہو رہی ہے، جس کا اندازہ آپکو سابقہ تین چار شماروں سے ہو گیا ہوگا -

# تبصرہ کتب

از قلم: جناب اختر الحسن صاحب بھٹی

● نام کتاب: یہودیت اور مسیحیت
مؤلف: ڈاکٹر احسان الحق رانا - ایم - ایس - سی (آنرز) - پی - ایچ - ڈی (پنجاب) ایم ایس (کولمبیا)
تعداد صفحات: ۴۰۰ (بڑا سائز) قیمت: چالیس روپے
ناشر: - مسلم اکادمی، ۱۸/۲۹ نذر منزل: محمد نگر، لاہور ۵

اس کتاب کے مصنف ڈاکٹر احسان الحق رانا پنجاب یونیورسٹی کے ایم - ایس - سی اور پی - ایچ - ڈی ہیں اور کولمبیا یونیورسٹی سے ایم - ایس (نیوٹریشن) کی سند حاصل کر چکے ہیں ان کی ساری عمر غذائیات اور صحت پر تحقیق اور اس کی تدریس میں گزری ہے - امریکہ کے عیسائی مشنریوں نے "زندہ کلام" کے نام سے انہیں ایک بائبل بھیجی جسے پڑھکر ڈاکٹر صاحب کے دل میں شکوک و شبہات کا ایک طوفان اُٹھ کھڑا ہوا - ڈاکٹر صاحب نے اپنی تشفی کے لئے بائبل خط و کتابت سکولوں سے مراسلت کی اور ان کے متعدد کورس مکمل کر کے کئی اسناد حاصل کیں - مگر اس سے بھی ان کے سائنسی ذہن کی تشفی نہ ہوئی - انہوں نے اپنے طور پر بائبل اور مسیحی لٹریچر کا مزید مطالعہ کیا - جس کا حاصل یہ کتاب ہے - مسیحیوں کو جب اس کتاب کی تالیف کا علم ہوا تو ان کی ساری مشینری حرکت میں آ گئی اور ڈاکٹر ایل - پیٹرک کی شکایت پر حکومت پنجاب کی وزارت داخلہ نے اس کتاب کو ضبط کر کے ڈاکٹر احسان الحق صاحب کو حوالات میں بند کر دیا - بعد میں "مجلس تحفظ اقدار اسلامی" کی کوششوں سے گورنر پنجاب نے ڈاکٹر صاحب کی رہائی اور کتاب کی ضبطی کے حکم تنسوخی کا پروانہ جاری کیا - یہ وہ صلہ تھا جو ڈاکٹر صاحب موصوف کو ان کی اس تحقیقی تصنیف پر ملا تھا -

یہ کتاب یہودیت اور مسیحیت کا مکمل تعارف ہے - مؤلف کا انداز تحقیقی اور تنقیدی ہے - وہ ایک عنوان قائم کرتے ہیں اور اس کے متعلق بائبل اور دیگر مستند مسیحی کتب سے اقتباسات پیش کرتے ہیں - اور آخر میں بڑے نپے تلے انداز میں ان کا تجزیہ کرتے ہیں - چنانچہ چار سو صفحات کی اس کتاب میں پانچ سو کے قریب اقتباسات

تقابلِ ادیان سے دلچسپی رکھنے والے اور یہودیت اور مسیحیت کے مطالعہ کے ہر خواہش مند کے لئے یہ کتاب ایک علمی تحفے کی حیثیت رکھتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کا تعلق چوں کہ سائنسی مضامین سے ہے اور ان کی ساری عمر انہی مضامین کی تحقیقات اور درس و تدریس میں گزری ہے۔ اس لئے انہوں نے جو کچھ لکھا انگریزی زبان میں لکھا جسے بعد میں اردو میں منتقل کیا گیا۔ اسی لئے کہیں کہیں جملوں کی بندش سست اور عبارتیں ڈھیلی ڈھالی لگتی ہیں، لیکن اتنی خوبیوں کے ساتھ اس خامی کو خندہ پیشانی سے ہی برداشت کرنا چاہیئے۔

کتاب: ہمارے فرائض اور ہمارے حقوق      صفحات: ۳۳۶ سفید کاغذ
مؤلف: حافظ نذر احمد، پرنسپل، شبلی کالج، لاہور      قیمت: ۳۴ روپے

یہ دَور مطالبۂ حقوق کا دور ہے۔ ہر ایک زبان پر حقوق کی رٹ ہے۔ فرائض کی بجاآوری تو کجا، ان کا احساس اور شعور تک نہیں۔ نتیجہ معلوم! تصادم اور عداوت کا ایک لاوا ہے جو اندر ہی اندر پک رہا ہے۔ اگر معاشرے کی بنیاد ادائے فرائض اور ایتائے حقوق پر رکھی جائے تو باہم موانست اور ایثار کی روح بیدار رہتی ہے اور ایک متوازن معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ فرائض کی ادائیگی کو حقوق کے مطالبات پر فوقیت دی جائے۔ اور دوسری بات یہ کہ ہر شخص کے حقوق و فرائض کا واضح طور پر تعین کر دیا جائے تاکہ مطالبہ حقوق میں شدت اور مبالغہ پیدا ہو کر معاشرتی غلط فہمیاں پیدا نہ ہوں اور معاشرہ پرسکون رہے۔

فرائض اور حقوق کی تعین میں اسلام سے بہتر اور کہیں نظر نہیں آتی۔ اگر اسلامی تعلیمات کے اس پہلو کو اجاگر کیا جائے تو معاشرہ سکون سے ہم کنار ہو سکتا ہے۔

حافظ نذر احمد صاحب نے اسلام کی انہی تعلیمات کو "ہمارے فرائض اور ہمارے حقوق" کی صورت میں مدوّن کیا ہے۔ معاشرتی روابط نوع بہ نوع ہیں۔ ان کا احاطہ بڑا مشکل ہے۔ لیکن فاضل مؤلف نے بڑی محنت سے ان نوع بہ نوع روابط کا احاطہ ۵۱ عنوانات کے تحت کیا ہے۔ اس میں والدین، ہمسایوں اور مہمانوں کے حقوق و فرائض سے لیکر اسلامی ریاست، شہریوں اور ووٹروں کے حقوق و فرائض تک شامل ہیں۔ اور ان سب حقوق کا تذکرہ قرآن مجید اور احادیث نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کی روشنی میں کیا گیا ہے

(باقی صفحہ پر)

کاروباری اور صنعت کار حضرات کی

میثاق

کے ساتھ تعاون کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ

اس میں اشتہار شائع کرائیں

## نرخنامہ اشتہارات

| | | |
|---|---|---|
| سرورق: | آخری صفحہ: | =/ ۱۵۰۰ روپے فی اشاعت |
| | دوسرا صفحہ (اندرونی): | =/ ۱۲۰۰ 〃 〃 〃 |
| | تیسرا صفحہ (اندرونی): | =/ ۱۰۰۰ 〃 〃 〃 |
| اندرونی عام صفحات: | پورا صفحہ | =/ ۸۰۰ روپے فی اشاعت |
| | نصف صفحہ | =/ ۵۰۰ 〃 〃 〃 |

## زرِتعاون (بدلِ اشتراک) برائے بیرونی ممالک

بذریعہ ہوائی ڈاک

| | | |
|---|---|---|
| بھارت اور مشرقِ وسطیٰ | ۶ ؍ امریکی ڈالر | ۶۰/- روپے |
| یورپی و افریقی ممالک جاپان اور ہانگ کانگ | ۸ ؍ امریکی ڈالر | ۸۰/- روپے |
| امریکہ، کناڈا اور آسٹریلیا | ۱۲ ؍ امریکی ڈالر | ۱۲۰/- روپے |

بھارت کے خریدار پاکستانی روپے میں ہمیں پاکستان میں ادائیگی کرا دیں یا درج ذیل پتے پر رقم روانہ کرکے منی آرڈر کی رسید ہمیں ارسال کر دیں - پرچہ جاری کر دیا جائے گا - انشاء اللہ

مکتبہ الرسالہ - جمعیت بلڈنگ، قاسم جان اسٹریٹ، بلیماران، دہلی ۶

Regd. L. No. 7360

MONTHLY "MEESAQ" LAHORE

Vol 31 APRIL 1982 No. 4

قدرتی گیس کا ضیاع روکیئے

ہمارے توانائی کے وسائل محدود ہیں ہم توانائی کے ضیاع کے متحمل نہیں ہو سکتے

گیس بچا کر
قومی معیشت کو
مستحکم بنائیے

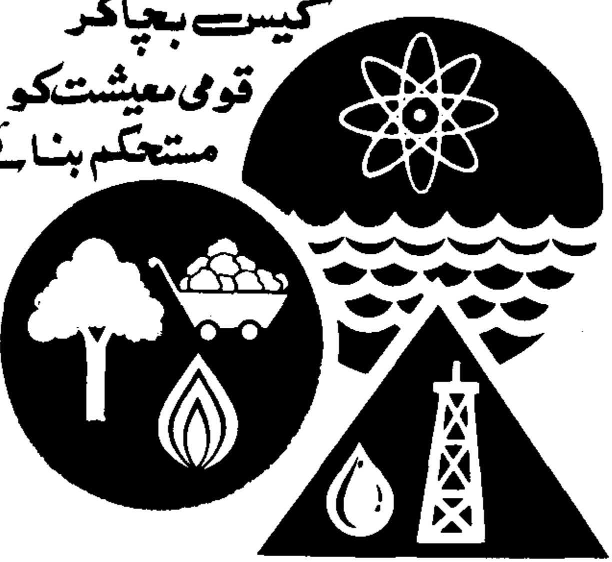

ہمارے ملک میں توانائی کے وسائل کی کمی ہے۔ توانائی کی ضروریات کثیر زرمبادلہ صرف کر کے پوری کی جاتی ہیں۔ ہماری صنعت، تجارت، زراعت کے شعبوں میں توانائی کی مانگ روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ آپ کی بچائی ہوئی توانائی ان اہم شعبوں کے فروغ میں کام آئے گی۔

قدرتی گیس بہت زیادہ
قیمتی ہے،
اسے ضائع نہ کیجئے

سوئی ناردرن گیس پائپ لائنز لمیٹڈ

SUI NORTHERN

SNGPL 4/60

paragon